حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت

﴿ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ ﴾

[البقرة: ۲/ ۱۳۰-۱۳۲]

”اور ابراہیم کی راہ سے سوائے احمقوں کے کون روگردان ہوگا۔ جب خدا نے اسے کہا میری تابع داری کیجو وہ بولا میں اللہ ربّ العالمین کا مدت سے تابع دار ہوں۔ اور ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں سے وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! خدا نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے پس تم مرتے دم تک اسی پر رہیو۔“

اچھے اخلاق کی فضیلت ➊

ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا؟ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾

[لقمن:١٨]

''لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔''

مذکورہ آیہ مبارکہ میں ایک انتہائی غیر اخلاقی رویے سے منع کیا گیا اور وہ ہے لوگوں کے ساتھ بے دلی، بے توجہی یا رعونت کے ساتھ بات کرنا، نیز زمین پر اکڑ کر چلنا۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو اعلیٰ اخلاقی اَقدار کا حکم دیتا ہے اور اچھے اخلاق واوصاف اپنانے پر حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔ چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

" سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، قَالَ: « تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ » وَسُئِلَ عَنْ اَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، قَالَ: « اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ » ۔ [ترمذی: ٢٠٠٤]

''رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ کون سی چیز ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کرنے کا باعث ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا تقویٰ اور اچھا اخلاق۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا وہ کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے بہ کثرت لوگ جہنم میں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: منہ اور شرمگاہ۔'' (یعنی زبان اور شرمگاہ کو بے لگام چھوڑ دینے کی وجہ سے)

تو اس حدیث سے بالکل واضح ہے کہ حقوق اللہ (تقویٰ) کے ساتھ ساتھ انسانوں سے حسن سلوک بھی جنت میں داخلے کے لیے اشد ضروری ہے۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک فرمان میں اچھے اخلاق والے کو بہترین انسان قرار دیا، فرمایا:

« اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا » ۔ [مسلم: ٢٣٢١]

''تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جن کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔''

نیز فرمایا:

« اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا » ۔ [ابوداؤد: ٤٦٨٢]

''ایمان میں کامل ترین وہ مومن ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔''

اچھے اخلاق کی فضیلت اور فوائد بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ

« اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ » ۔ [ابوداؤد: ٤٧٩٨]

''مومن اپنے عمدہ اخلاق کی وجہ سے راتوں کو قیام کرنے والے روزہ دار کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔'' [جاری ہے]

فہرست

شرعی فیصلہ

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ﴾ [الحجرات: ٤٩/ ٦]

''اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار شخص تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تم ناسمجھی میں کسی کو نقصان پہنچا ڈالو پھر تم اپنے کیے پر نادم ہونے لگو۔''

بددعا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَمْوَالِکُمْ ، لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰہِ سَاعَۃً یُسْاَلُ فِیْھَا عَطَاءً فَیَسْتَجِیْبَ لَکُمْ ۔

''تم اپنی جانوں کے خلاف یا اپنے اموال واولاد کے خلاف بددعا نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری دعا قبولیت کی اس گھڑی کے مطابق پڑ جائے جس میں اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگی جائے تو وہ ضرور قبول فرما لیتا ہے۔''

[مسلم: ٧٤/ ٣٠٠٩]

زبردستوں کی پردہ دری فساد کی جڑ ہے

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْاَمِیْرَ اِذَا ابْتَغَی الرِّیْبَۃَ فِی النَّاسِ اَفْسَدَھُمْ ۔ [ابوداؤد]

''جب حاکم وقت اپنی رعایا پر تہمت زنی اور الزام تراشی کرنے لگتا ہے تو انھیں خراب کر دیتا ہے۔''

[ابوداؤد: ٤٨٨٩۔ صحیح]

ایک روایت میں اس طرح ہے:

اِذَا اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ اَفْسَدْتَّھُمْ ۔ [ابوداؤد: ٤٨٨٨ صحیح]

''جب تم لوگوں کے پردوں کے پیچھے پڑ جاؤ گے تو انھیں خراب کر دو گے۔''

07 تا 13 نومبر 2008ء......(1568)......08 ذوالقعدہ 1429ھ

موت العالِم موت العالَم

اِک دیا اور بجھا............

اداریـــــہ ══════ حافظ احمد شاکر

جماعتی احباب تک یہ اندوہناک خبر پہنچ چکی ہوگی کہ یکم اور دونومبر ۲۰۰۸ء کی درمیانی شب (۳رذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ) لاہور کے عمر ہسپتال میں مخدوم خلائق محترم مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میرمحمدی ایک طویل اور جانگسل علالت کے بعد جہانِ فانی کے ایامِ زندگانی گزار کر مقام جاودانی کی طرف کوچ کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع آہ! اِک دیا اور بجھا اَور بڑھی تاریکی

حافظ صاحب رحمہ اللہ جماعت اہل حدیث کی ایک غیر متنازع، ہر طبقے اور ہر فرد کے لیے قابل احترام شخصیت تھے۔ ان کی زندگی ذکر الٰہی، تلاوت، عبادت، نصیحت، تزکیہ وتربیت خدمت خلق اور حسن اخلاق سے عبارت تھی۔ ہمارے علم کی حد تک ان کی مجلس غیبت، جھوٹ اور ناشائستہ گفتگو سے دائماً مبرا ہوتی تھی۔

....

حافظ صاحب کا قد میانہ، دودھیا رنگت، چہرہ مردانہ وجاہت اور مؤمنانہ بشاشت سے منور، گٹھا ہوا کسرتی مضبوط جسم، ذہانت کی غماز حیا میں ڈوبی ہوئی غزالی آنکھیں، باطنی حسن کے ساتھ ساتھ نقوش بھی خوب صورت، موتیوں جیسے دانت، نقرئی داڑھی، آواز میں حلاوت، گفتگو میں متانت۔ ان کی زبان ہمیشہ اچھی بات ہی کہتی اور بری بات سننے سے ان کی سماعت ابا کر دیتی اور وہ کلام کو مثبت رخ دے کر ماحول خوشگوار کر دیتے۔

....

حضرت حافظ صاحب دسمبر ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میرمحمد ہی میں حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ غزنویہ امرتسر میں مولانا نیک محمد، مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا عبداللہ شہید بھوجیانی رحمہم اللہ سے کسب فیض کیا۔ قیام پاکستان کے چند ماہ بعد گوندلاں والا میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے ہاں کچھ کتب پڑھیں، پھر گوجراں والا میں حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا اور آخر میں مدرسہ تقویۃ الاسلام (غزنویہ) لاہور میں...... جہاں صدر المدرسین مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ تھے...... تکمیل کر کے کچھ عرصہ مصروف تدریس ہوگئے۔ پھر وعظ وتبلیغ میں ایسے مصروف ہوئے کہ یہ ان کی فطرت ثانیہ بن گئی۔

تنظیمی طور پر وہ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث پاکستان ہی سے منسلک رہے۔ دھڑے بندیوں کے بعد وہ ایک عرصہ تک ایثار وقربانی سے اتحاد کی کوشش کرتے رہے۔ اس میں کامیابی کے آثار معدوم ہونے پر وہ بالکل گوشہ نشین ہو گئے اور پوری یکسوئی کے ساتھ پہلے سے بڑھ کر اپنی جان، مال اور وقت کو اصلاح انسانیت کے لیے صرف کرتے رہے۔

حضرت حافظ صاحب مزاجاً نہایت دھیمے، کم گو لیکن فہیم، اساتذہ اور بزرگوں کے لیے نہایت مؤدب، خدمت گزاروں اور نیازمندوں کے لیے سراپا شفقت ورحمت تھے۔ ان کے وجود میں اپنے مبلغ ومصلح والد رحمہ اللہ اور عابدہ وزاہدہ والدہ رحمہا اللہ کی دعاؤں کا ثمر صالح یہ دیکھنے میں آیا کہ ان کی ذاتِ گرامی پر کبھی بھی کسی قسم کی خیانت کا دھبہ نہیں لگا۔

....

غالباً گوندلاں والا میں پھر گوجراں والا میں مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ ان کے ہم درس تھے۔ مزاج کی ہم آہنگی عمر بھر کی رفاقت کا باعث بن

گئی۔مولانا محمد یحیٰ شرقپوری بھی وعظ ونصیحت کی شخصیت تھے اور حضرت حافظ صاحب بھی۔ان دونوں رفقاء کو اس بات کا ادراک ہوگیا تھا کہ دانائی، اچھی نصیحت اور مناسب بحث......﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴾......ہی نبوی طریقہ تبلیغ ہے۔

چناں چہ ان دونوں مرحوم ساتھیوں نے عمر بھر اسی راہ پر چلتے ہوئے سینکڑوں نہیں دین کی ہزاروں شمعیں جلا کر عالم کو مستنیر کیا۔ بلاشبہ اک عالم نے ان دونوں ساتھیوں سے فیض پایا، ہدایت کی راہ اختیار کی اور ان کی دعوت ان گنت لوگوں کے لیے جہنم سے نجات اور (ان شاء اللہ) جنت میں داخلے کا سبب ہوگی۔

۱۹۷۰ء کے لگ بھگ ان کے استاذ گرامی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے اپنے ان دونوں عزیزوں کو بلایا اور کہا کہ آپ لوگ وعظ ونصیحت اور اصلاح المسلمین کی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش کریں یعنی عام مسلمانوں تک عقیدۂ توحید پہنچائیں۔ان کو فرائض اور زندگی گزارنے کے مسنون طریقوں سے آگاہ کریں، سنت کی رغبت دلائیں،نوافل سے آشنا کرائیں،اکل حلال،صدق مقال کا عادی بنائیں،خدمت خلق کریں اور اس ذریعہ سے عوام کے دلوں تک پہنچیں۔

انہی دنوں بنگہ بلوچاں کے نمبردار حاجی قطب دین مرحوم نے خدمت دین کے لیے چار ایکڑ زمین وقف کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ بنگہ بلوچاں میں قائم مدرسہ حفظ القرآن کے استاذ قاری عبدالرحیم حفظہ اللہ تھے جو حافظ صاحب کے نیاز مند،فیض یافتہ اور ہم وطن تھے۔غالب گمان یہ ہے کہ ان ہی کی وساطت سے رابطہ بڑھا حتیٰ کہ دسمبر ۱۹۷۱ء میں حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے ہاتھوں وہاں مرکز الاصلاح کی بنیاد رکھ دی گئی۔مرکز کی تعمیر کے اوّلین معاونین میں قصور کے حاجی شہاب دین کی اولاد واحفاد کے علاوہ چوہدری عبدالعزیز چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ اور شیخ محمد اشرف رحمہما اللہ جیسے بزرگ اور احباب کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔اس کے بعد پھر قافلے ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔اور اب تو بفضلہ تعالیٰ محبّ گرامی الشیخ عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ کی عقیدت وتوسط سے احیاء التراث کے اخلاص بھرے تعاون سے مرکز کی وسعت میں گراں قدر اضافہ ہو چکا ہے اور اس دور افتادہ ......دینی لحاظ سے......بنجر زمین شب کی تنہائیوں میں جہاں کلام اللہ کی سوز بھری آواز سے فضائے نیلگوں مرتعش ہوتی ہے وہاں دن کی روشنی میں فرامین رسول کے زمزمے پھوٹتے ہیں۔ **اللهم بارك لهم فيما وفقتهم لخدمة الكتاب والسنه**

....

راقم الحروف پر حضرت حافظ صاحب کی شفقت سوا تھی کہ ہمارا خاندان حضرت حافظ صاحب کے ننھیال ......مولانا فیض اللہ بھوجیانی واولادہ علیہم الرحمہ......کا نیاز مند عقیدت کیش اور فیض یافتہ تھا۔حضرت حافظ کے نانا محترم اور میرے دادا صدر الدین حسین علیہم الرحمہ دونوں نے امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر......عمل بالکتاب والسنہ کی...... بیعت کی تھی۔ پھر والد صاحب رحمہ اللہ نے ان کے نانا رحمہ اللہ سے بلوغ المرام پڑھنی شروع کی اور ان کے بڑے ماموں مولانا عبدالرحمٰن شہید بھوجیانی سے بقایا بلوغ المرام،مشکوٰۃ شریف اور صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ دوسرا تعلق یہ ہوگیا کہ پھر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے گوندلاں والا اور لاہور مدرسہ تقویۃ الاسلام میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے مختلف کتب پڑھیں۔ان وجوہات کی بنا پر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ مجھ پر، میری بہن مرحومہ پر، اور اب میرے بچوں پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ نیز میرے تایا قاری محمد عبداللہ بھوجیانی رحمہ اللہ ان کے گاؤں میر محمد میں حفظ قرآن کے لیے کچھ عرصہ رہے تھے۔ان مذکورہ بالا تعلقات کی بنا پر ہی احقر نے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے جنازہ کے لیے ان سے درخواست کی تھی اس لحاظ سے یہ صدمہ میرے لیے ذاتی بھی ہے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پس ماندگان میں ایک بیٹا قاری محمد اسماعیل اور دو بیٹیاں صلبی اولاد ہیں۔ان کے مرکز الاصلاح میں مدرسہ تجوید وقراءت کے مہتمم قاری محمد ابراہیم میر محمدی ہیں جب کہ ان کے دو بھائی قاری صہیب، قاری سلمان حفظہم اللہ مدرسہ کے نظم اور تدریس میں معاون ہیں۔ نیز وعظ وتذکیر میں محترم قاری محمد عزیر حفظہ اللہ اور محترم جناب پروفیسر مزمل احسن شیخ ان کے معتمد علیہ تھے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے مقصد حیات کو باثمر بنا کر تادیر قائم رکھے اور ان کے اسلاف واخلاف کو حافظ صاحب رحمہ اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

اللهم اغفرله وارحمه وارفع درجته في المهديين واكتب كتابه في عليين، وأدخله في جنات النعيم۔

چند اہم تفاسیر اور اُن کے مؤلفین ❸

مختصر تعارف اور جائزہ

تحریر: الشیخ ابوعبداللہ محمد الحمود النجدی　　　ترجمہ: حافظ محمد اعجاز ساقی (ابویحییٰ)

تفسیر الخازن (۶۷۸......۷۴۱ھ)

مفسر کا نام: ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم الشیحی البغدادی الشافعی الصوفی۔ ''خازن'' کے نام سے مشہور ہیں۔

تفسیر کا نام: لباب التاویل فی معانی التنزیل۔

عقیدہ: اکثر صفات کی تاویل کرتے ہیں اور کبھی کبھی سلف وخلف دونوں کے مذاہب کو بغیر ترجیح کے ذکر کر دیتے ہیں۔

تفسیر ہذا کی عمومی خصوصیات: مؤلف نے اس کو تفسیر بغوی سے منتخب کیا ہے اور دوسری قدیم تفاسیر سے بھی خلاصۃً باتیں نقل کی ہیں۔

بقول مؤلف:

''اس میں سوائے نقل وانتخاب کے کچھ بھی نہیں، طوالت وتفصیل سے اجتناب کیا گیا ہے۔''

وعظ ونصیحت اور زہد ان کا خاص موضوع ہے۔

احادیث واسانید: آیات کی تفسیر اور بیانِ احکام کے لیے احادیث نبویہ ذکر کرتے ہیں، لیکن بغیر سند کے، جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہ بات بیان کر دی ہے۔ البتہ ان کو مصنفین کتب کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔ نیز احادیث کے غریب الفاظ اور فوائد حدیثیہ بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ غزوات اور تاریخ کا ذکر خصوصیت سے کرتے ہیں۔

فقہی احکام: فقہی اعتبار سے کافی اہتمام سے کام لیتے ہیں۔ مختلف مذاہب اور ان کے دلائل میں تفصیل کرتے ہیں۔ تاہم انھوں نے اپنی تفسیر میں ایسی بہت سی باتیں بھر دی ہیں جو ایک مفسر کے لیے ضروری نہیں۔

قراءات: اس معاملے میں وہ حافظ بغدادی کے نقش قدم پر چلے ہیں۔

اسرائیلیات: اسرائیلی روایات اور قصے کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ اکثر روایات ان تفاسیر سے نقل کرتے ہیں جو ان کا اہتمام رکھتی ہیں، جیسا کہ تفسیر ثعلبی ہے۔ اکثر ان کی تحقیق نہیں کرتے۔

تفسیر ابن جزی الکلبی (۶۹۳......۷۴۱ھ)

مفسر کا نام: ابوالقاسم محمد بن احمد بن محمد بن احمد الکلبی۔ فقہ مالکی کے مشہور فقیہ اور اصول، تفسیر ولغت کے زبردست عالم ہیں۔ غرناطہ سے تعلق ہے۔

تفسیر کا نام: کتاب التسہیل لعلوم التنزیل۔

تفسیر ہذا کی عمومی خصوصیات: یہ انتہائی مختصر مگر جامع تفسیر ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کو مختلف کتب تفسیر سے اخذ کیا ہے اور بہت سی دوسری کتب سے بے شمار فوائد بھی جمع کر دیئے ہیں۔ وہ خود اس کتاب کی وجہ تالیف اور انداز کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یقیناً قرآنِ کریم کا علم ہی سب سے رفیع القدر ہے، جلیل المرتبت اور اشرف الذکر وعظیم الاجر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام کیا ہے کہ مجھے قرآنِ کریم کی تعلیم وخدمت میں مصروف اور اس کے معانی کو سمجھنے اور اس کے علوم کو حاصل کرنے میں مشغوف کیا ہے۔ میں نے مختلف علماء کی تالیف کردہ مختلف کتابیں دیکھیں تو ان میں سے کئی ایک میں بہت زیادہ اختصار کیا گیا ہے اور بعض نے طوالت میں حد

کر دی ہے۔ بعض نے کچھ فنون پر بات کی ہے اور بعض نے لوگوں کے اقوال نقل کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ بعض نے صرف تحقیق و تدقیق پر ہی اعتماد کیا ہے۔ الغرض تمام نے اپنا اپنا انداز اپنایا ہے، اللہ کے پاس ہر ایک کے لیے اچھا بدلہ ہے۔ میں نے انہی کی راہ پر چلنے اور انہی کی لڑی میں پروئے جانے کو پسند کیا ہے۔''

پھر وہ اپنا طریقہ کار واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میں نے یہ کتاب فن تفسیر اور اس سے متعلق علوم کے بارے میں تصنیف کی ہے۔ اس سلسلے میں میں نے یہ مفید طریقہ اپنایا ہے کہ اسے بہت مختصر کر دیا ہے۔ اس اختصار میں چار مقاصد اور چار فوائد ہیں:

پہلا فائدہ: چھوٹی کتاب میں بہت سا علم جمع کر دیا ہے، جس سے طلباء کے لیے آسانی اور دلچسپی رکھنے والوں کے لیے سہولت ہو جاتی ہے۔ اس کتاب میں بڑی بڑی کتب کا علم سمو دیا گیا ہے۔ البتہ زائد اور فضول باتوں کو حذف کر دیا گیا ہے یعنی علوم قرآن میں سے ہر علم درج کر دیا ہے۔

دوسرا فائدہ: حیرت انگیز نایاب نکات اور منفرد فوائد بیان کیے گئے ہیں جو کم کتابوں میں ہی ملتے ہیں۔ کیوں کہ یہ میرے سینے کی پیداوار اور میرے ذکر خیر کے سرچشمے ہیں۔ بعض نکات میں نے اپنے اساتذہ سے حاصل کیے ہیں اور بعض کو انوکھی کتب کے نادر صفحات سے اخذ کیا ہے۔

تیسرا فائدہ: مشکل مقامات کی مکمل وضاحت کر دی گئی ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں، مثلاً: عقدہ ہائے لا ینحل کو حل کرنا، عبارت کی خوب صورتی، اشکالات و احتمالات کا ازالہ اور مجمل عبارات کی تفصیل۔

چوتھا فائدہ: مفسرین کے اقوال کی تحقیق کر کے صحیح و ضعیف کو الگ کیا گیا ہے اور راجح و مرجوح کی تعین کر دی گئی ہے۔ کیوں کہ لوگوں کے اقوال تین اقسام پر ہیں: بعض صحیح ہوتے ہیں جن پر اعتماد ہو سکتا ہے، بعض بالکل غلط ہوتے ہیں جن کو قابل توجہ نہیں سمجھا جاتا، اور بعض میں دونوں احتمال ہوتے ہیں۔ پھر یہ احتمال کبھی برابر ہوتا ہے اور کبھی مختلف۔ نیز یہ اختلاف بھی کبھی زیادہ ہوتا ہے اور کبھی کم۔ میں نے ان مختلف اقسام کے لیے مختلف عبارات استعمال کی ہیں، جن کی بدولت ہر مرتبہ اور ہر قول پہچانا جا سکتا ہے۔ چناں چہ سب سے ادنیٰ درجے کا قول وہ ہے جس کے بارے میں میں صراحت سے کہہ دوں کہ وہ ''خَطَأٌ'' یا ''بَاطِلٌ'' ہے۔ پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ''ضَعِيفٌ أَوْ بَعِيدٌ'' اور ''اِنَّ غَيْـرَهٗ أَرْجَحُ أَوْ أَقْوٰى أَوْ أَظْهَرُ أَوْ أَشْهَرُ'' سے موصوف اقوال ہیں۔ اس کے بعد اس قول کا درجہ ہے جس کے بارے میں یوں کہوں: ''قِيْلَ كَذَا''۔

اسی طرح وہ قول جس سے ترجیح دے کر کوئی اور قول پہلے ذکر کر دیا جائے۔ البتہ جب میں کسی قول کے قائل کا نام صراحت سے لوں تو اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں: یا تو اس سے بری الذمہ ہونے کے لیے یا اس کی تائید کے لیے یہ کام کرتا ہوں۔ لیکن یہ اس وقت ہوگا جب قائل مقتدیٰ بہ امام ہو۔ حالاں کہ میں قول کی نسبت قائلین کی طرف بہت کم کرتا ہوں۔ کیوں کہ ان کی سند اکثر صحیح نہیں ہوتی یا ناقلین کا اختلاف ہوتا ہے، جب میں کسی کی طرف منسوب کیے بغیر کوئی قول ذکر کروں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اس قول کی پیروی کرتا اور اسے پسند کرتا ہوں۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ میرا قول ہو یا کسی اور کا، جب کوئی قول حد درجہ باطل اور فساد پر مبنی ہو تو میں اسے کتاب کو پاک رکھنے کی خاطر ذکر نہیں کرتا۔ بسا اوقات اس سے خبردار کرنے کے لیے اسے ذکر کر بھی دیتا ہوں۔ مذکورہ ترجیح و تصحیح کی بنیاد علمی قواعد اور لغت عرب پر ہے۔ عنقریب ایک مستقل باب میں اقوال کے مابین ترجیح کی وجوہ بھی بیان ہوں گی، ان شاء اللہ۔

میں نے اس کتاب کا نام ''کتاب التسہیل لعلوم التنزیل'' رکھا ہے اور اس سے پہلے دو مقدمے لکھے ہیں: ایک مفید مسائل اور کلی قواعد کے بارہ میں اور دوسرا اکثر پیش آمدہ لغات کے سلسلے میں ہے۔

میری اللہ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ کتاب ہذا کی تصنیف

کو قبول و منظور فرمائے۔ نیز میرے لیے جنت میں داخلے اور جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بنائے، گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ربّ العزت ہی کے پاس ہے۔'' مختصراً

جن دو مختصر مقدموں کا انھوں نے اپنی کتاب کے شروع میں اندراج کیا ہے، علومِ قرآن میں عظیم الفوائد اور قابل توجہ ہیں۔

عقیدہ: اکثر صفاتِ الٰہیہ میں تاویل اور بعض میں تفویض کرتے ہیں۔ انھوں نے صفت ''رحمت'' کی تاویل ''احسان'' سے کی ہے۔ چناں چہ ''الرحمٰن الرحیم'' کے بارے میں کہتے ہیں: ''یہ دونوں صفات ''رحم'' سے ماخوذ ہیں اور ان کا معنی ''احسان'' ہے، یہ فعلی صفت ہے۔ لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا معنی ''ارادۂ احسان'' ہے، اور یہ ذاتی صفت ہے۔''

حالاں کہ حق بات یہ ہے کہ ''احسان'' رحمت کے لوازمات میں سے تو ہے لیکن عین رحمت نہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے صفت ''حیا'' کو ثابت کر کے ''ترک'' کے ساتھ اس کی تاویل کرنے والوں کا ردّ بھی کیا ہے۔

صفت ''رضا'' کو سورۂ بینہ میں ثابت کیا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے اہل جنت سے کلام کرنے کے بارے میں یہ حدیث بھی بیان کی ہے۔

" هُوَ رِضْوَانِيْ فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ أَبَدًا۔"

صفت ''استہزاء'' کے بارے میں تین اقوال لائے ہیں، تمام کے تمام اس صفت کے لوازم ہیں۔ اسی طرح صفت ''مکر'' کی تفسیر بھی ''لوازم مکر'' سے کی ہے۔ صفت ''اتیـــان'' کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''﴿ يَأْتِيَهُمُ اللّٰهُ ﴾ کی متاوّلین نے اس طرح تاویل کی ہے کہ ان کے پاس آخرت میں اللہ کا عذاب یا دنیا میں اس کا حکم آ پہنچے گا۔ سلف صالحین کے ہاں یہ آیت متشابہات میں سے ہے۔ کیفیت بیان کیے بغیر اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ متشابہ نہ ہو۔ کیوں کہ اس سے پہلے الفاظ میں (يَنْظُرُوْنَ) کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں، جیسا کہ وہ کہتے ہیں: ﴿ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ ﴾

﴿ وَجَاءَ رَبُّكَ ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اللہ کا امر اور اس کا اقتدار آئے گا۔ منذر بن سعید کے بقول اس کا معنی قیامت کے دن مخلوق کے سامنے ظہور فرمانا ہے۔ یہ اور اس طرح کی دوسری آیات متشابہات ہیں، جن پر بلا تمثیل و تکییف ایمان لانا ضروری ہے۔''

صفت ''ید'' کی تاویل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ ﴾ کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا احسان ہے۔''

﴿ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ ﴾ کے تحت کہتے ہیں:

''یہاں مقصود اللہ کی تعظیم وجلال ہے اور ان کفار کا ردّ ہے جنھوں نے اللہ کی اس کے شایانِ شان قدر نہیں کی۔ پھر دوسری مبہم آیات کی طرح لوگوں کا یہاں بھی اختلاف ہے۔ متاوّلین کا کہنا ہے کہ "قَبْضَةٌ" اور "يَمِيْنٌ" کا مطلب ''قدرت'' ہے۔ ابن طیب کہتے ہیں: ''یہ صفات ذاتیہ سے ہٹ کر ایک صفت ہے۔'' حالاں کہ سلف صالحین نے اس کا علم اللہ ہی کے سپرد کر دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ متشابہ الفاظ ہیں جن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

اس طرح کی بات کا ردّ پیچھے گزر چکا ہے۔

صفت ''استواء'' کے بارے میں سلف کا مذہب (ظاہری معنی لینا) ذکر کر کے شاعرہ کے مذہب (استویٰ بمعنی استولیٰ) کا ردّ کیا ہے اور اس کی تاویل "قَصَدَ" سے کرنے والوں کی بھی تردید کی ہے۔ پھر کہتے ہیں:

''حق اسی میں ہے کہ بغیر کیفیت بیان کیے اس پر ایمان لایا جائے۔ کیوں کہ اسے تسلیم کرنے میں ہی سلامتی ہے۔''

پھر لکھتے ہیں:

''صحابہ وتابعین نے ''استویٰ'' کے معنی میں کوئی بات نہیں کی بلکہ اس سے رکے رہے، اسی لیے امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس

(کی کیفیت) کے بارے سوال کرنا بدعت ہے۔''
اصل بات یہ ہے کہ صحابہ وتابعین استویٰ کا معنی جانتے تھے۔ البتہ کیفیت کے علم کی نفی کرتے تھے اور "وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ" سے امام مالک رحمہ اللہ کی مراد بھی یہی ہے۔
انھوں نے دنیا میں اللہ کی رؤیت کا انکار اور آخرت میں مومنوں کے لیے اس کا اثبات کیا ہے، کہتے ہیں:
''اس (آیت قرآنی کے الفاظ ﴿لَنْ تَرَانِيْ﴾) میں اللہ کی رؤیت کا عدمِ امکان بیان کیا گیا ہے۔ کیوں کہ دنیا میں بشری ساخت اس سے عاجز ہے۔ البتہ آخرت میں قرآن وسنت نے اللہ کی رؤیت مومنوں کے لیے ثابت کردی ہے۔ لہٰذا اس کا انکار کوئی بدعتی ہی کرسکتا ہے۔''
نیز انھوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت ''کلام'' کو ثابت کیا ہے اور معتزلہ کے مذہب کا واضح طور پر ردّ کیا ہے۔
''کرسی'' کے بارے کہتے ہیں:
''عرش کے پاس ایک بہت بڑی مخلوق ہے جو آسمان وزمین سے بڑی ہے اور عرش کی نسبت بہت چھوٹی ہے۔''
اس کے بعد انھوں نے اس کی دوسری تفاسیر کا ضعف بیان کیا ہے۔ چناں چہ کہتے ہیں:
''ایک قول یہ ہے کہ "كُرْسِيُّهٗ" سے مراد اللہ کا علم ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی بادشاہت مراد ہے۔''
مصنف صوفی رجحان رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی کتاب میں مواعظ، آداب، سلوک اور اخلاق کے عنوان بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے بعض مقامات پر وہ قابل گرفت بھی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بارے کہتے ہیں:
''لوگوں میں ذکر کے دومختلف مقاصد ہیں: عام لوگوں کا مقصد تو اجر حاصل کرنا ہے، جب کہ خاص لوگوں کا مقصد قرب وحضور کا حصول ہے۔ ان دونوں مقاصد میں دور کا فرق ہے۔''
نیز رقمطراز ہیں:
''اسماء وصفات دونوں کو شامل ذکر کا ثمرہ، مفرد ذکر میں موجود ہے اور وہ ''اللہ اللہ'' کہنا ہے۔ یہی مقصود ومطلوب ہے۔''
حالاں کہ واضح بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اکیلا اکیلا نام بطورِ ذکر لینا بدعت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔
اس بارے میں بھی ان کی رائے ملتی ہے کہ خاص لوگوں کی توحید ''مکاشفہ'' اور ''فناء'' میں مضمر ہے۔
استنادی اہتمام: اس میں انھوں نے احادیث کو اختصار اور بغیر اسناد کے ذکر کیا ہے۔ ان کو مصنّفین کتب احادیث کی طرف منسوب بھی نہیں کیا۔ اسبابِ نزول اور احادیث کے بیان میں وسعت نہیں کی بلکہ بسا اوقات تو محض اشارہ پر اکتفاء کر لیتے ہیں، بیان نہیں کرتے۔
فقہی احکام: وہ مالکی فقہاء میں سے ہیں، لہٰذا امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کو خصوصیت سے ذکر کرتے ہیں اور اس کا امام شافعی، امام ابوحنیفہ وغیرہ کے مذاہب سے موازنہ بھی کرتے ہیں۔ اگر اس پر اجماع ہو تو اس کا بھی ذکر کرتے ہیں، درمیانہ انداز اپناتے ہیں، نہ تھکا دینے والی طوالت ہوتی ہے اور نہ خلل انداز اختصار ہوتا ہے۔
قراءات: قراءتوں کا ذکر اہتمام سے کرتے ہیں اور ان کے معانی، الفاظ اور مدلول کی خوب وضاحت کرتے ہیں۔
اسرائیلیات: وہب بن منبہ اور سدی سے کچھ اسرائیلی روایات ذکر کردیتے ہیں۔ بسا اوقات ان کے مفاہیم بیان کرکے ضعف کی صراحت بھی کرتے ہیں، کبھی "رُوِيَ" کے الفاظ سے ان کو بیان کرتے ہیں۔
﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾
کے تحت انھوں نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توراۃ وانجیل میں مذکورہ صفت بیان کی ہے۔

تفسیر أبی حیان (۶۵۴......۷۴۵ھ)

مفسر کا نام: أبوعبداللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی الغرناطی۔ ''أبوحیان'' سے مشہور ہیں۔
تفسیر کا نام: البحر المحیط

عقیدہ: اشعری عقیدے کے حامل اور مؤوّل ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے ابن عطیہ، زمخشری، رازی اور باقلانی پر اعتماد کیا ہے۔

تفسیر ہذا کی عمومی خصوصیات: ان کی تفسیر الفاظِ قرآن کی وجوہ ترکیب جاننے کے خواہش مند کے لیے بہت اہم مرجع ہے۔ کیوں کہ مؤلف نے نحو کے مسائل اور نحویوں کے اختلاف کو نہایت وسعت سے بیان کردیا ہے۔ اکثر زمخشری اور ابن عطیہ سے نحوی اقوال ذکر کرتے ہیں اور گرفت بھی کرتے ہیں۔ خصوصاً زمخشری کے معتزلی افکار پر، آیات کی تفسیر نثری کلام سے ختم کرتے ہیں اور منتخب معانی کے ذریعے مضمونِ آیات کی مختصراً تشریح کرتے ہیں۔

احکامِ فقہیہ: فقہی احکام پر ائمہ اربعہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں اور کتب فقہ پر اعتماد کرتے ہیں۔

لغت، نحو اور شعر: ترکیب و نحو کے مباحث اتنی تفصیل سے لائے ہیں کہ تفسیر سے زیادہ یہ نحو کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ آیت کی تفسیر، اس میں موجود علم بیان اور بدیع پر ختم کرتے ہیں۔ نحو اور عربی لغت کے امام ہیں۔

قراءات: متواتر اور شاذ دونوں طرح کی قراءتوں کو جمع کر کے عربی لغت میں ان کی توجیہات بیان کرتے ہیں۔ ان کے فہم و معانی میں سلف و خلف کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ کوئی کلمہ، اگرچہ مشہور ہی ہو، چھوڑتے نہیں بلکہ اس پر بحث کر کے اعراب، بدیع اور بیان کے مبہمات کو واضح کرتے ہیں۔

معلوماتِ قرآن:

① ......قرآنِ مجید میں کل 114 سورتیں ہیں۔ 87 مکی اور 27 مدنی

② ......قرآنِ مجید میں کل 558 رکوعات ہیں۔ (ایک رکوع سورہ فاتحہ کا اور 30 پاروں کے 557 رکوعات)

③ ......قرآنِ مجید میں کل 6236 آیات ہیں۔ ④ ......قرآنِ مجید میں کل 30 پارے ہیں۔

⑤ ......قرآنِ مجید میں کل 14 سجدے ہیں۔☆ ⑥ ......قرآنِ مجید میں کل 14 حروفِ مقطعات ہیں۔ (29 سورتیں حروفِ مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ 27 مکی اور 2 مدنی سورتیں) ⑦ ......قرآنِ مجید میں رکوعات اور آیات کے لحاظ سے سورۃ البقرہ سب سے بڑی سورہ ہے۔ (40 رکوعات اور 286 آیات) ⑧ ......سورہ عصر، سورہ کوثر اور سورہ نصر آیات کے لحاظ سے سب سے چھوٹی سورتیں ہیں۔ (تینوں سورتوں میں تین تین آیات ہیں۔) ⑨ ......ترتیب نزول کے لحاظ سے پہلی سورہ ''سورۃ العلق'' اور آخری سورہ ''سورۃ النصر'' ہے۔

⑩ ......ایک رکوع والی کل 36 سورتیں ہیں۔ (ایک سورۃ الفاتحہ اور 35 سورتیں آخری پارے میں ہیں۔)

⑪ ......آخری پارے (عم) میں سب سے زیادہ رکوعات ہیں۔ 39 رکوعات۔

⑫ ...... چوتھے اور چھٹے پارے میں سب سے کم رکوعات ہیں۔ 14،14 رکوعات۔ ⑬ ...... ترتیب نزول اور ترتیب تلاوت کے لحاظ سے سورۃ نوح کا 71 واں نمبر ہے۔ جب کہ سورہ ص کا 38 واں سورۃ انفطار کا 82 واں۔ ⑭ ......سب سے پہلی سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔

⑮ ......سب سے آخری سورہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ ⑯ ...... مدنی سورتوں میں سب سے بڑی سورۃ البقرہ ہے۔ (40 رکوعات 286 آیات) ⑰ ...... مدنی سورتوں میں سب سے چھوٹی سورۃ النصر ہے۔ (ایک رکوع 3 آیات)

⑱ ......مکی سورتوں میں سب سے بڑی سورۃ الاعراف ہے۔ (24 رکوعات 206 آیات)

⑲ ......مکی سورتوں میں سب سے چھوٹی سورۃ العصر اور سورۃ الکوثر ہے۔ (ایک رکوع 3 آیات) [ماخوذ] [مرسلہ: علی حمزہ]

☆...... یہ 14 سجدے متفق علیہ ہیں جب کہ امام شافعیؒ کے نزدیک سورۃ الحج (پ:۱۷) کا دوسرا سجدہ بھی حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اس طرح کل پندرہ سجدے ہو جاتے ہیں۔ [الاعتصام]

① ...... **کیا مطلّقہ ماں سے اُس کے بچے میل جول رکھ سکتے ہیں؟**

② ...... **مسجد کی لائبریری میں کون کون سی کتابیں رکھنی چاہئیں؟**

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی صاحب

سوال ①: آج سے کوئی پچاس سال پہلے ایک غریب آدمی کی شادی ایک کھاتے پیتے اور ماڈرن گھرانے کی عورت سے ہوتی ہے، خاوند کی غربت اور دین داری کی وجہ سے ابتدا ہی سے میاں بیوی میں تکرار شروع ہوگئی۔ تاہم وقت گزرتا رہا، کوئی بیس بائیس سال کے دوران ان کے ہاں تین بچوں اور تین بچیوں نے جنم لیا۔ بعد ازاں ان میں علیحدگی یعنی طلاق ہوگئی۔ عورت بچے چھوڑ کر اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی، اور اُس نے اپنی مرضی سی کسی آدمی کے ساتھ نکاح کرلیا۔ یہ بچے ماشاء اللہ جوان ہیں، ان کا والد فوت ہوچکا ہے۔ ان کی والدہ نے ان سے ملنے کی کوشش کی مگر بچے ملنے سے انکاری ہیں جب کہ والدہ بوڑھی بھی ہے اور اکثر بیمار رہتی ہے۔ اگر شرعی طور پر کوئی رکاوٹ نہ ہو تو کیا بچے اپنی والدہ سے مل سکتے ہیں؟ یا کیا انھیں اپنی والدہ سے میل جول رکھنا چاہیے؟

[سائل: نذیر احمد راجپوت۔ اسلام نگر، لاہور]

جواب: مذکورہ صورت میں شرعاً بچوں کو والدہ کی مالی واخلاقی خدمت کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ حکم ہے۔ کیوں کہ کتاب وسنت کی متعدد نصوص میں اولاد کو مطلقاً والدین کے ساتھ احسان وسلوک کا حکم دیا گیا ہے چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ تاہم ان کی غلط روش میں معاون بننا منع ہے۔ بالخصوص ان کی شرکیات سے بچاؤ از بس ضروری ہے۔ کیوں کہ اس سے دولت ایمان کی بربادی ہے۔ واللہ ولی التوفیق

سوال ②: مسجد قدس فرید ٹاؤن ساہیوال کی لائبریری میں بہت سی کتب خرید کر رکھی گئی ہیں اور کچھ عطیہ بھی ہیں، اُن میں چند درج ذیل ہیں:

① ...... تفسیر قرآن عزیز [مصنف: مسعود احمد بی، ایس، سی۔ امیر جماعت المسلمین، کراچی]

② ...... تاریخ الاسلام والمسلمین۔

③ ...... صلوٰۃ المسلمین۔

④ ...... توحید المسلمین

⑤ ...... جماعت المسلمین کی دعوت اور تحریک اسلام کی نظر میں۔

کچھ جماعتی احباب کا خیال ہے کہ تفسیر اور باقی کتب مندرجہ بالا میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے خلاف مواد ہے، یا تشریح درست نہیں ہے۔ اس لیے یہ مسجد اہل حدیث کی لائبریری میں نہیں ہونی چاہیے۔

آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا جواب علیحدہ یا ہفت روزہ الاعتصام میں تحریر فرما کر شائع کردیں۔

[سائل: حافظ عبدالحمید اظہر، ناظم اعلیٰ]

جواب: فرقہ مسعودیہ ایک تکفیری گروہ ہے جن سے مسلمانوں کی عزت وآبرو محفوظ نہیں۔ کسی مسلم سے سلام لینے کے روادار نہیں اور نہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف وہی مسلم ہے جو فرقہ مسعودیہ عرف جماعت المسلمین میں شامل ہو اور مسعود صاحب کی بیعت کر چکا ہو۔ جب کہ دوسرے شخص کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

لہٰذا ایسے فتنہ پرور گروہ کی کتابوں سے اہل حدیث لائبریری کو پاک ہونا چاہیے تاکہ عامۃ الناس کی گمراہی کا سبب نہ بنیں۔



(قسط نمبر ③)

خواتین سے متعلقہ مخصوص مسائل

از فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

اردو قالب: ابوحمزہ پروفیسر سعید مجتبیٰ السعیدی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

②...... **روزہ:** حائضہ کو فرض یا نفل روزہ رکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ البتہ فرض روزے کی قضا دینا اس پر لازم ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ''ہمیں حیض کا عارضہ لاحق ہوتا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا، اور ہمیں نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔'' [صحیح البخاری، کتاب الحیض: ۳۲۱، صحیح مسلم، کتاب الحیض: ۳۳۵]

اگر عورت نے روزہ رکھا ہو اور اسی دوران اسے حیض شروع ہوجائے خواہ یہ غروبِ آفتاب سے ایک لحظہ قبل ہی ہو تو اس کا روزہ ختم ہوجاتا ہے۔ اگر یہ روزہ فرض ہو تو اس کی قضا دینا اس پر لازم ہے، اور اگر غروبِ آفتاب سے قبل اسے حیض کے شروع ہونے کا احساس ہو لیکن غروبِ آفتاب کے بعد اسے حیض آئے تو اس کا روزہ مکمل ہے، صحیح قول کے مطابق اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیوں کہ خون جب تک پیٹ کے اندر ہو اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کوئی عورت مرد کی طرح خواب میں کچھ دیکھے تو کیا اس پر غسل کرنا لازم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر بیدار ہونے پر وہ اپنے کپڑوں پر منی دیکھے تو غسل کرنا اس پر بھی لازم ہے۔'' [صحیح البخاری، کتاب الغسل: ۲۸۲۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض: ۳۱۳]

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑوں پر منی کے آثار دیکھنے پر غسل کے حکم کو معلق کیا ہے۔ اسی طرح حیض کے احکام اس وقت جاری ہوں گے جب وہ جسم سے خارج ہو۔

اسی طرح طلوع فجر کے وقت اگر عورت حائضہ ہو تو اس کا اس دن کا روزہ رکھنا صحیح نہیں خواہ وہ طلوع فجر کے ایک لحظہ بعد ہی طاہر ہوجائے۔

اگر طلوع فجر سے کچھ دیر پہلے حیض رک جائے اور وہ حیض سے پاک ہوجائے تو وہ روزہ رکھ لے اس کا روزہ رکھنا درست ہے خواہ وہ غسل طلوع فجر کے بعد ہی کرے۔ جیسا کہ جنبی آدمی جنابت کی حالت میں روزے کی نیت کرلے اور طلوع فجر کے بعد غسل کرے تو اس کا روزہ رکھنا صحیح ہے۔

اس کی دلیل ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ مباشرت کی وجہ سے جنابت کی حالت میں صبح کرتے تو اسی حالت میں روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ متفق علیہ [صحیح البخاری، کتاب الصوم: ۱۹۲۵، ۱۹۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام: ۱۱۰۹]

③...... **بیت اللہ کا طواف:** عورت کے لیے حیض کی حالت میں بیت اللہ کا طواف کرنا بھی جائز نہیں، یہ طواف فرض ہو یا نفل۔ کیوں کہ جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حیض کا عارضہ پیش آیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا: ''تم وہ تمام کام سرانجام دے سکتی ہو جو حجاج کرام سرانجام دیں گے البتہ تم حیض سے پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہیں کرسکتی۔'' [صحیح مسلم، کتاب الحج: ۱۲۱۱]

البتہ طواف کے علاوہ باقی اعمال مثلاً صفا و مروہ کے درمیان سعی،

وقوفِ عرفہ، مزدلفہ اور منی میں شب بسری وغیرہ ممنوع نہیں۔

اسی طرح کسی عورت نے بیت اللہ کا طواف کرلیا۔ اس کے بعد فوراً اگر اسے حیض کا خون جاری ہو جائے یا سعی کے دوران اسے حیض شروع ہو جائے تو اس کا پہلا طواف درست ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

④......**طوافِ وداع کی رخصت:** اگر کوئی عورت حج وعمرہ کے مناسک مکمل ادا کر چکی ہو، اس کے بعد اس کے سفر شروع کرنے سے قبل اسے حیض آ جائے اور اس کے سفر شروع کرنے تک یہی کیفیت رہے تو وہ طوافِ وداع کیے بغیر واپسی کا سفر کر سکتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے۔ البتہ حائضہ عورت کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ متفق علیہ [صحیح البخاری، کتاب الحج: ۱۷۵۵۔ صحیح مسلم، کتاب الحج: ۱۳۲۸]

ایسی عورت کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اس حالت میں مسجد حرام کے دروازے کے پاس آ کر دعائیں کرے۔ کیوں کہ نبی ﷺ سے اس بارے میں کوئی ہدایت منقول نہیں۔ عبادات کا دار ومدار دراصل نبی ﷺ سے منقول ہدایات پر ہوتا ہے۔ بلکہ نبی ﷺ سے تو اس کے برعکس منقول ہے۔ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو طوافِ افاضہ کے بعد حیض کا عارضہ پیش آیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم طوافِ افاضہ کر چکی ہو تو طوافِ وداع کے بغیر ہی سفر کر سکتی ہو۔ متفق علیہ [صحیح البخاری، کتاب الحج: ۱۷۶۲۔ صحیح مسلم، کتاب الحج: ۱۲۱۱]

تو آپ ﷺ نے انھیں مسجد حرام کے دروازے کی طرف جانے کا حکم نہیں دیا تھا، اگر یہ عمل مشروع ہوتا تو آپ ضرور بیان فرما دیتے۔ البتہ جو طواف حج وعمرہ کا رکن ہے وہ کسی صورت ساقط نہیں ہوتا۔ بلکہ حیض سے پاک ہونے کے بعد وہ طواف کرے۔

⑤......**مسجد میں قیام:** حائضہ کے لیے مسجد میں حتی کہ عید گاہ میں ٹھہرنا بھی منع ہے۔ جیسا کہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ "نوجوان، پردہ دار اور حائضہ خواتین بھی عید گاہ کو جائیں۔" اسی حدیث میں یہ بھی بیان ہے کہ حائضہ خواتین نماز والی جگہ سے الگ رہیں۔ متفق علیہ [صحیح البخاری، کتاب الحیض: ۳۲۴۔ صحیح مسلم، صلوٰۃ العیدین: ۸۹۰]

⑥......**مجامعت:** شوہر کے لیے حائضہ بیوی سے مجامعت کرنا حرام ہے۔ اسی طرح وہ بھی پابند ہے کہ اپنے شوہر کو اس کام کی اجازت نہ دے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى یَطْهُرْنَ ﴾

"لوگ آپ سے حیض کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیں کہ وہ ناپاکی ہے پس تم حیض کے دوران اپنی بیویوں سے الگ رہو۔ اور ان کے طاہر ہونے تک ان کے قریب نہ جاؤ۔" [البقرۃ: ۲۲۲]

نیز نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم ایامِ حیض میں مجامعت کے سوا باقی ہر کام کر سکتے ہو۔ [صحیح مسلم، کتاب الحیض: ۳۰۲]

اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حائضہ سے وطی کرنا حرام ہے۔ جس کا اللہ پر اور آخرت پر ایمان ہے اس کے لیے روا نہیں کہ جس کام سے اللہ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اہل اسلام کے اجماع نے منع کیا ہو وہ اس عمل کا اقدام کرے۔ ایسا کرنے والا اللہ اور اس کے رسول کا مخالف اور اہل اسلام کے طریقہ کے برعکس چلنے والا ہے۔

المجموع شرح المهذب [ج:۲،ص:۳۷۴] میں ہے، امام شافعی نے فرمایا کہ "جس کسی نے یہ عمل کیا اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا۔ ہمارے اصحاب اور دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ جو شخص حائضہ سے مجامعت کرنے کو حلال سمجھے اس پر کافر ہونے کا فتویٰ لگایا جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سہولت اور آسانی ہے کہ شوہر حائضہ بیوی سے مجامعت کے علاوہ باقی امور مثلاً بوس وکنار، سینے سے لپٹنا لپٹانا اور محض مباشرت جیسے کام جن سے اس کے جذبات کو تسکین مل سکتی

ہے، کرسکتا ہے، یہ امور اُس کے لیے مباح ہیں۔ تاہم بہتر ہے کہ جسم کے مخصوص حصوں پر درمیان میں کوئی کپڑا حائل ہو۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ''میں حیض کی حالت میں ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم فرماتے اور میں چادر باندھ لیتی اور آپ مجھ سے مباشرت فرماتے۔'' یہاں مباشرت سے محض اکٹھے لیٹنا مراد ہے۔ متفق علیہ [صحیح البخاری، کتاب الحیض: ۳۰۰۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض: ۲۹۳]

⑦......**طلاق:** شوہر کو اجازت نہیں کہ وہ حائضہ بیوی کو اس کے حیض کے دنوں میں طلاق دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ [الطلاق: ۱]

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم جب اپنی بیویوں کو طلاق دو تو ان دنوں میں طلاق دو کہ ان کی عدت صحیح شمار کی جا سکے۔''

یہ اسی طرح ممکن ہے کہ بیوی جب حاملہ ہو یا جس طہر میں اس سے مجامعت نہ کی گئی ہو اس میں طلاق دے۔ کیوں کہ اگر عورت کو حیض کے دوران طلاق دی جائے تو پوری عدت صحیح شمار نہیں ہوگی، اور وہ اس طرح کہ جس حیض میں طلاق دی گئی وہ حیض عدت میں شمار نہ ہوگا۔ اور اگر اسے ایسے طہر میں طلاق دی گئی جس میں مجامعت کی گئی ہو تو یہ پتا نہ چل سکے گا کہ آیا وہ اس مجامعت کے نتیجے میں حاملہ تو نہیں ہوگئی۔ تا کہ اگر وہ حاملہ ہے تو حاملہ والی عدت گزارے اور اگر حاملہ نہیں تو حیض کے حساب سے عدت گزارے۔ چوں کہ ایسی صورت میں اس کی عدت کی نوعیت متعین نہیں ہوسکتی، لہٰذا جب تک عورت کا یہ امر واضح نہ ہوا سے طلاق دینا حرام ہے۔

پس مذکورہ بالا آیت کی رو سے عورت کو اس کے حیض کے دوران طلاق دینا حرام ہے۔ نیز صحیحین وغیرہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کے دنوں میں طلاق دے دی۔ ان کے والد عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر اس بات کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوگئے اور فرمایا: ''تم اس سے کہو کہ وہ اس سے رجوع کرلے اور اس کے حیض سے طاہر ہونے تک رُکا رہے۔ پھر اسے حیض آئے اور وہ اس سے پاک ہوجائے تو اس کے بعد اس کی مرضی ہے۔ چاہے اسے اپنی زوجیت میں رکھے اور چاہے تو طہر میں مجامعت سے قبل اسے طلاق دے دے۔ یہی وہ عدت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کا خیال رکھتے ہوئے عورتوں کو طلاق دی جائے۔ [صحیح البخاری، کتاب الطلاق: ۵۲۲۱۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق: ۱۴۷۱]

لہٰذا جو شخص اپنی بیوی کو دورانِ حیض طلاق دے وہ گناہ گار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور اس عورت کو اپنی زوجیت میں واپس لائے اور بعد میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق شرعی طلاق دے۔ وہ اسے اپنی زوجیت میں واپس لانے کے بعد انتظار کرے تا آنکہ اس نے اسے جس حیض کے دوران طلاق دی تھی اس کے بعد وہ ایک طہر گزارے اس کے بعد پھر حیض گزارے اس حیض سے فراغت کے بعد وہ چاہے تو اسے اپنی زوجیت میں رکھے اور اگر چاہے تو مجامعت کرنے سے قبل اسے طلاق دے دے۔

حیض کے دوران طلاق دینے کی اجازت:

گزشتہ تحریر سے معلوم ہوا کہ ایامِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے۔ تاہم مندرجہ ذیل تین صورتوں میں عورت کو اس کے ایامِ حیض میں طلاق دی جاسکتی ہے۔

①...... جب مرد نے عورت سے نکاح کیا اور اس سے خلوتِ صحیحہ یعنی مجامعت سے قبل طلاق دینا چاہے تو حیض کے دوران طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ ایسی صورت میں عورت کے لیے عدت ہے ہی نہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں دورانِ حیض طلاق دینا حکم الٰہی کے خلاف نہیں۔

②...... اسی طرح اگر عورت کو ایامِ حمل کے دوران حیض کا عارضہ آیا ہو تب بھی طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ اس کی عدت وضع حمل ہی ہے۔

③...... اسی طرح اگر معاوضہ لے کر طلاق دینی ہو تو عورت کے ایامِ حیض میں طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زوجین کے مابین کسی قسم کا نزاع یا اختلاف ہو اور ان کا شوہر بیوی کی حیثیت سے نباہ مشکل ہو اور شوہر معاوضہ لے کر طلاق دے تو ایام حیض میں بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنے شوہر کے اخلاق یا دینی حالت پر انگشت نمائی نہیں کرتی۔ البتہ حقیقت یہ ہے کہ میں اسلام میں کفر کو پسند نہیں کرتی۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس سے لیا ہوا باغ اسے واپس کر دو گی؟ اس نے کہا جی ہاں! تو رسول اللہ ﷺ نے (ثابت رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: ''تم اس سے باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔''

[صحیح البخاری، الطلاق: ٥٢٧٣]

رسول اللہ ﷺ نے اس سے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ وہ حائضہ ہے یا نہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی طلاق عورت کی طرف سے اپنی جان چھڑانے کا فدیہ ہے۔ لہٰذا ضرورت کی وجہ سے اس کی اجازت ہے عورت خواہ کسی بھی حالت میں ہو۔

المغنی [ج:۷، ص:۵۲، ط:م] میں حیض کے دوران جوازِ خلع کی علت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حیض کے دوران طلاق سے منع کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس طرح عدت طویل ہونے کی بنا پر عورت کو دقت اور ضرر کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب کہ خلع کا مقصد اس ضرر اور دقت کا ازالہ ہے جو عورت کو شوہر کے ساتھ رہنے اور اس سے کراہت و بغض کی وجہ سے لاحق ہے۔ یہ تکلیف عدت کے طویل ہونے کی نسبت زیادہ ہے۔ اس لیے بڑی تکلیف کا قلیل ضرر کے ذریعے ازالہ کرنا جائز ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے خلع چاہنے والی خاتون سے اس کی حیض یا عدمِ حیض کی کیفیت کے بارے میں کچھ دریافت نہیں کیا۔

تاہم دورانِ حیض عورت سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ بنیادی طور پر اب وہ عدت سے اور سابقہ شوہر کی زوجیت سے فارغ ہو چکی ہے۔ اس دوران نکاح سے منع کی کوئی دلیل نہیں۔ البتہ اگر یہ اطمینان ہو کہ شوہر دورانِ حیض اس سے مجامعت نہ کرے گا تو نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ورنہ بہتر ہے کہ وہ عورت کے حیض سے فارغ ہونے تک نکاح نہ کرے تا کہ ممنوع کام کا ارتکاب نہ ہو۔

حیض کے ساتھ طلاق کا اعتبار:

اگر شوہر اپنی بیوی سے مجامعت وخلوت کے بعد اسے طلاق دے تو اس خاتون پر لازم ہے کہ وہ مکمل تین حیض عدت گزارے۔ جب کہ اسے حیض آتا ہو اور وہ حاملہ بھی نہ ہو۔ کیوں کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ﴾

[البقرة: ٢٢٨]

''اور طلاق یافتہ عورتیں تین حیض تک انتظار کریں۔''

اور اگر مطلقہ عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے یہ مدت کم ہو یا زیادہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾

[الطلاق: ٤]

''اور حاملہ خواتین کی عدت وضع حمل ہے۔''

اگر مطلقہ عورت کو حیض نہ آتا ہو مثلاً وہ کم سن ہو جسے ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا یا کبرسنی کی وجہ سے یا کسی اپریشن وغیرہ کی وجہ سے اسے حیض آنا بند ہو گیا ہے تو ایسی صورت میں اس کی عدت تین ماہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ﴾ [الطلاق: ٤]

''اور تمہاری جو عورتیں حیض سے مایوس ہو چکی ہوں، اگر تمھیں شبہ رہ گیا تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ اسی طرح جن خواتین کو حیض نہیں آتا (ان کی عدت بھی تین ماہ ہی ہے۔)''

اگر عورت کو حیض آتا ہو مگر کسی بیماری یا رضاعت کی وجہ سے حیض نہیں آ رہا تو وہ اپنی عدت ہی میں شمار ہو گی اگرچہ اس کی مدت طویل

ہوجائے۔تاآنکہ اسے حیض آئے اور وہ اسے شمار کرے۔ اور اگر اس سبب کے زائل ہوجانے کے بعد بھی اسے حیض نہ آئے تو وہ ایک سال عدت گزارے۔ یہی قول صحیح ہے جس پر شرعی قواعد لاگو ہوتے ہیں۔ کیوں کہ سبب کے زائل ہوجانے کے بعد بھی اسے حیض نہ آئے تو یہ اس عورت کی مانند ہوگی جسے کسی نامعلوم سبب کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا ہے۔ایسی صورت میں وہ عورت پورا ایک سال عدت گزارے۔ نوماہ حمل کے کہ عام طور پر اس مدت کے بعد وضع حمل ہوجاتا ہے اور اس کے بعد مزید تین ماہ عدت کے۔

اگر نکاح ہوجانے کے بعد اور قبل از خلوت ومجامعت طلاق ہوجائے تو ایسی صورت میں علی الاطلاق عدت ہی نہیں۔، نہ حیض کے حساب سے اور نہ مہینوں کے حساب سے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ﴾ [الاحزاب: ٤٩]

''ایمان والو! جب تم مومن خواتین سے نکاح کرو اور تم ان سے مجامعت وخلوت سے قبل ہی انھیں طلاق دے دو تو ان کے ذمے تمہارے لیے کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو۔''

رحم کے خالی ہونے کا حکم:

یعنی اس بات کا فیصلہ کرنا کہ مطلقہ عورت کا رحم طلاق دینے والے شوہر کے حمل سے خالی ہے۔اس سے متعلقہ متعدد مسائل ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو اور اس کا حمل اس کی بیوی کے رحم میں ہو تو ایسی صورت میں حمل والا بچہ اپنے فوت شدہ والد کا وارث قرار پائے گا۔ نیز ایسی بیوہ اگر نکاح کرے تو اس کا شوہر اسے حیض آنے تک یا ظہورِ حمل تک اس سے وطی نہیں کرسکتا۔

اگر اس عورت کے ہاں حمل ظاہر ہوجائے تو ہم فیصلہ کریں گے کہ یہ حمل اس عورت کے سابقہ شوہر کا وارث ہے کیوں کہ یہ اس کی وفات کے وقت موجود تھا۔ اور اگر عورت کو حیض آجائے تو ہم فیصلہ کریں گے کہ وہ اس کا وارث نہیں کیوں کہ حیض اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا رحم حمل سے خالی تھا۔

وجوبِ غسل:

حائضہ عورت جب حیض سے فارغ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے سارے بدن کو پاک کرتے ہوئے غسل کرے۔ کیوں کہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: ''جب حیض آئے تو تم نماز ترک کردو۔ اور جب حیض ختم ہو تو تم غسل کرکے نماز شروع کردو۔''

[صحيح البخاری، الحيض: ٣٠٦]

❀......غسل میں واجب ہے کہ عورت اپنا تمام جسم دھوئے حتی کہ بالوں کی تہ تک پانی پہنچائے۔ افضل یہ ہے کہ وہ اس طرح غسل کرے جیسے نبی ﷺ نے اسماء بنت شکل رضی اللہ عنہا سے غسل کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی عورت بیری کے پتے ملا پانی لے کر طہارت کرے، اچھی طرح وضو کرے، پھر اپنے سر پر پانی ڈال کر بالوں کو اچھی طرح ملے۔ یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد اپنے سارے بدن پر پانی بہائے۔ پھر کستوری ملا کپڑے کا پھاہا لے کر استعمال کرے۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: اسے کیسے استعمال کرے؟ آپ ﷺ نے اس کی بات سن کر بطورِ تعجب ''سبحان اللہ'' کہا۔ تو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسے سمجھایا کہ وہ پھاہا اپنے خون والی جگہ پر لگالو۔

[صحيح مسلم، الحيض: ٣٣٢]

❀......غسل حیض کے موقعے پر سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر بال سخت گندھے ہوئے ہوں اور اندیشہ ہو کہ پانی بالوں کی جڑوں تک نہیں پہنچ پائے گا تو پھر وہ بالوں کو کھولے۔

صحیح مسلم میں ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ میں اپنے سر کے بالوں کو سخت گوندھتی ہوں تو آیا میں غسل حیض یا غسل جنابت کے لیے بالوں کو کھولوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''نہیں، تمھیں اتنا ہی کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین چلو پانی ڈال کر اپنے سارے بدن پر پانی بہالو، پاک ہوجاؤ گی۔''

❀ ...... اگر عورت نماز کے وقت کے دوران حیض سے فارغ ہوجائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ جلد از جلد غسل کرے اور وقت کے اندر نماز ادا کرلے۔ اور اگر وہ سفر میں ہو یا اسے پانی دستیاب نہ ہو یا پانی تو دستیاب ہو مگر اس کے استعمال سے ضرر کا اندیشہ ہو یا وہ ایسی مریض ہو کہ پانی کا استعمال اس کے لیے مضر ہو تو وہ غسل کی بجائے تیمّم کرتی رہے۔ اور اس پیش آمدہ رکاوٹ کے بعد غسل کرلے۔

بعض خواتین کی عادت ہوتی ہے کہ وہ نماز کے وقت کے دوران حیض سے پاک تو ہوجاتی ہیں مگر جان بوجھ کر غسل کو مؤخر کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس مختصر سے وقت میں مکمل طور پر طہارت و غسل کرنا ان کے لیے ممکن نہیں۔ ان کی یہ بات نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ شرعی عذر، کیوں کہ اس کے لیے یہ تو ممکن ہے کہ وہ مختصر غسل کرکے یعنی پورے جسم پر پانی بہا کر وقت کے اندر اندر نماز ادا کرلے۔ پھر جب کھلا وقت ہو تو اپنی خواہش کے مطابق مکمل غسل کرلے۔

[جاری ہے]



خطیب کی ضرورت ہے

کوٹ رادھا کشن کی مسجد اہل حدیث میں خطبہ جمعۃ المبارک کے فرائض انجام دینے کے لیے پنجابی زبان میں خطبہ دینے والے خطیب کی فوری ضرورت ہے۔ تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔ نماز پنجگانہ اور صبح درس دینے والے صاحب کو ترجیح دی جائے گی۔

[حکیم محمد یحیٰ عزیز ڈاہروی۔ فون: 0301-4481583]

نئے مضامین نگار حضرات توجہ فرمائیں

ہفت روزہ الاعتصام کے نئے مضامین نگار حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنے مضامین کاغذ کی ایک طرف اور خوش خط، باحوالہ، مدلل تحریر فرمایا کریں۔ بجائے فوٹوسٹیٹ بھیجنے کے اصل مضمون ارسال کیا کریں، اور اشاعت کے لیے اپنی باری کا انتظار کریں۔ ان شاء اللہ بامقصد اور مثبت عنوان پر لکھا گیا مضمون ضرور شائع کیا جائے گا۔ [ایڈیٹر]



استقامت

پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی (کراچی)

اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا:

《ثلث احلف علیھن》

''تین چیزیں میں قسم کھا کر بتاتا ہوں۔'' یعنی تین چیزوں پر میں قسم کھانے کے لیے تیار ہوں۔

یاد رکھیے بندے کی زینت تواضع میں ہے تکبر میں نہیں۔ اور اگر تکبر رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو جنت میں داخلہ نہیں ہے۔ یہ کبر ہے یہ قلبی مرض ہے جو استقامت کے منافی ہے۔ مثلاً اگر ریا کاری بندے کے دل میں آجائے تو دل کی استقامت اخلاص ہے ریا کاری نہیں ہے۔ ریا کاری کو شریعت شرک اصغر قرار دیتی ہے۔ اور جس بندے کے دل میں ریا کاری آجائے تو اللہ تعالیٰ اُس کے عمل کو قبول نہیں کرتا۔ قیامت کے دن وہ اپنی نیکیاں لائیں گے اور اللہ تعالیٰ ایک ہی پھونک سے ساری نیکیاں اڑا دیں گے، سب نیکیاں برباد۔

ریا کاری کیا ہے؟ یہ دل کا مرض ہے، یہ دل کی استقامت کے منافی ہے۔ دل کی استقامت کیا ہے کہ انسان عمل میں اللہ رب العزت کے لیے مخلص ہو۔ اس کے دل میں اخلاص ہو ریا کاری نہ ہو۔ کائنات کے پہلے تین گناہوں کا تعلق دل سے ہے اور وہ بہت مہلک ہیں:

نمبر ایک آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی دانا چکھ لیا کیوں چکھا؟ دل کی حرص کی بنا پر۔ یہ حرص دل کا مرض ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حرص نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔

دوسرا گناہ کبر کی بنا پر کہ کبر شیطان نے کیا وہ کہتا ہے: ﴿انا خیر منہ﴾ میں آدم سے بہتر ہوں۔

﴿خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ﴾

''تو نے اس کو مٹی سے بنایا ہے اور مجھے آگ سے بنایا۔'' اور آگ مٹی سے بہتر ہے۔ یہ مرض کبر ہے۔

اور تیسرا گناہ حسد ہے۔ ہابیل اور قابیل کا واقعہ۔ ہابیل نے قابیل کو قتل کر دیا مرض حسد کی بنا پر اور حسد بھی دل کا مرض ہے۔ اللہ نے اُس کی یہ سزا دی کہ قیامت کے قائم ہونے تک جو شخص بھی یہ گناہ کرے گا اس کا گناہ قابیل کو بھی ملے گا۔ قیامت تک یہ گناہ ملتا رہے گا۔ دیکھیے حسد کا مرض اس کا وبال کتنا بڑتا ہے۔

تو ان تمام چیزوں سے اپنے دل کو پاک صاف کیجیے، یہ دل کی استقامت ہے اور دل عقیدے کا مرکز ہے، دل تقویٰ کا مرکز ہے، دل اخلاص کا مرکز ہے۔ دل میں تواضع ہو تو یہ دل کی استقامت ہے کہ اپنے دل کو سیدھا کرو۔ کیوں کہ یہ رسول اللہ کا فرمان ہے کہ بندے کا ایمان قابل قبول نہیں ہے جب تک اس کا دل سیدھا نہ ہو۔ یہ دل کی استقامت ہے اور دل کی استقامت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک زبان کی استقامت نہ ہو۔ بندہ اپنی زبان کو سیدھا رکھے اور زبان سے وہ بول بولے جس میں اللہ کی رضا ہو۔ یہ زبان کی استقامت مطلوب ہے۔ اس بات کو اچھی طرح نوٹ کر لیجیے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

《إن الرجل لیعمل بعمل أهل الجنة حتی لا یبقی بینه وبین الجنة إلا شبراً فیتکلم بکلمة تهوی به فی نار جهنم سبعین خریفا》

''بندہ جنت والے کام کرتا ہے اور کام کرتے کرتے جنت کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ اتنا قریب پہنچ چکا ہے کہ بس ایک عمل کرے اور جنت میں پہنچ جائے۔ لیکن وہاں پہنچ کر وہ اپنی زبان سے

ایسا بول بولتا ہے کہ صرف ایک بول اس کو جہنم میں ستر سال نیچے پھینک دیتا ہے۔''

زبان کی استقامت ﴿ ثـم استقاموا ﴾ کہ بالکل سیدھے ہو جاؤ، اپنی زبان سے ایک ایک لفظ نکالیں تو شریعت کے میزبان پر تول کر۔ یہ جملہ ادا کرنا ہے یا نہیں کرنا؟ یہ نہیں کہ زبان اپنی ہے اس کو خوب چلاؤ جیسے مرضی چلاؤ۔ بھئی تمہاری نہیں اس کا مالک اللہ ہے، اس کو چلاؤ اللہ کی مرضی کے ساتھ۔ یہ زبان کی استقامت ہے جب کہ عدم استقامت بڑے مہلک اور بھیانک نتائج کا باعث ہے۔ نبی ﷺ کے سامنے دو عورتوں کا ذکر ہوا کہ یا رسول اللہ فلاں عورت بڑی معروف ہے نمازیں پڑھتی ہے تہجد گزار ہے، روزے رکھتی ہے۔ فرضی بھی اور نفلی بھی۔ البتہ اس میں ایک عیب ہے۔ اور وہ عیب یہ ہے کہ تـوذی جیـرانهـا بلسـانهـا۔ لوگوں کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے۔ کسی کی غیبت، کسی پر بہتان کسی کو گالی گلوچ، کسی پر طعنہ زنی یہ اس میں عیب ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿﴿ هـی فـی الـنـار ﴾﴾ یہ عورت آگ میں ہے۔ اس کی نمازیں، اس کے روزے، اس کے صدقات اس کے نوافل اس کی تہجد یہ اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ پوچھا کہ ایک اور عورت ہے جو صرف فرضوں کا اہتمام کرتی ہے۔ نوافل کا اہتمام نہیں کر پاتی اور غریب بہت ہے صدقہ نہیں دے پاتی۔ لیکن زبان بہت اچھی ہے زبان کی حفاظت کرتی ہے۔ زبان بالکل بند رکھتی ہے۔ کسی کی غیبت نہیں کرتی، کسی کی چغلی نہیں کرتی، کسی پر بہتان نہیں لگاتی کسی پر طعنہ زنی نہیں کرتی۔ نبی محترم و مکرم ﷺ نے فرمایا: ﴿﴿ هـی فـی الجنة ﴾﴾ یہ عورت جنت میں جائے گی۔

ایک مرتبہ نبی ﷺ نے عورتوں کو عید گاہ جانے کا حکم دیا اور بڑی تاکید سے حکم دیا کہ وہ عید گاہ جائیں اور عید گاہ میں آکر نماز پڑھیں۔ حتی کہ شرعی عذر کی بنا پر اگر نماز نہیں بھی پڑھنی تو پھر بھی آئیں اور دعا میں شریک ہو جائیں۔ کسی خاتون کے پاس چادر نہ ہو تو اپنی سہیلی سے لے لے۔ سہیلی کے پاس ایک ہی چادر ہو تو دونوں سہیلیاں ایک چادر میں لپٹ کر آئیں لیکن آئیں ضرور۔ خواتین خوب پہنچ گئیں آپ نے عمومی وعظ فرمایا، پھر عورتوں کی طرف چلے گئے۔ فرمایا:

﴿﴿ یـمـعـشـر الـنـسـاء! تـصـدقن و أکثرن الاستغفار فإنی أریتکن أکثر أهل النار ﴾﴾

اے عورتو! میں نے یہ بتانے کے لیے بلایا ہے کہ تم کثرت سے صدقہ کرو اور استغفار کرو۔ کیوں کہ جب میں نے جہنم کو دیکھا تو خواتین جہنم میں زیادہ تھیں مرد تھوڑے تھے۔ حالاں کہ معاملہ خواتین کا ایسا ہے کہ ان کا جنت کو حاصل کرنا بڑا آسان ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿﴿ إن الـمـرأة إذا صـلـت خـمـسـهـا و صامت شهرها و أطـاعـت بـعـلـهـا و حـفـظت فرجها لتدخل من أی باب الجنة شاء ت ﴾﴾

''جب ایک عورت نمازیں پڑھتی ہے اور روزے رکھتی ہے اور اپنے خاوند کی فرماں برداری کرتی ہے اور اپنے فرج کی حفاظت کرتی ہے۔ تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔''

صرف یہ چار کام ہیں، قیامت کے دن ہو گا اللہ تعالیٰ اس خاتون سے کہیں گے یہ جنت کے آٹھوں دروازے کھلے ہیں جہاں سے چاہو داخل ہو جاؤ۔ اتنا آسان لیکن پھر بھی میں نے جب دیکھا تو عورتیں زیادہ تھیں اور مرد کم تھے۔ ایک عورت نے ہمت کی اور پوچھا: لِمَ یـا رسـول الله یارسول اللہ کیوں؟ ہم جہنم میں زیادہ کیوں جائیں گی۔ فرمایا کہ دو گناہ ہیں۔

﴿﴿ تکثرن اللعن و تکفرن العشیر ﴾﴾

تمہاری زبانیں بہت چلتی ہیں، غیبتیں کرتی ہو، چغلیاں کرتی ہو، لعنتیں ملامتیں کرتی ہو، طعنہ زنی کرتی ہو۔ یہ گناہ ہے کہ تم زبانوں کو کنٹرول نہیں کرتیں۔ اور دوسرا یہ کہ اپنے شوہر کے ساتھ بدتمیزی کرتی ہو، ناشکری کرتی ہو، شوہر کے حق کو نہیں پہنچانتی۔ حالاں کہ معاملہ یہ ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اپنی حاجت پیش کی آپ نے پوری کر دی، وہ جانے لگی تو نبی ﷺ نے پوچھا:

﴿﴿ أ ذات زوجٍ أنت ﴾﴾

''کیا تو شادی شدہ ہے؟'' اس نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ((انظری فانه جنتك و نارك))

''اچھی طرح خیال رکھنا تیرا شوہر تیرے لیے جنت بھی ہے اور آگ بھی۔'' اس کی فرماں برداری اور عزت کرو گی تو جنت ہے، نافرمانی کروگی تو تمہارے لیے جہنم بن جائے گا۔ تو یہ زبان کا معاملہ بڑا خطرناک معاملہ ہے۔ زبان کی استقامت یہ ہے کہ زبان کے ایک ایک لفظ کو ایک ایک حرف کو شریعت کے میزان پر تول کر نکالو اور سوچو کہ یہ جملہ یہ لفظ اللہ کی رضا کے مطابق ہے یا نہیں۔

﴿ ثم استقاموا ﴾ استقامت کا معنی یہ ہے کہ بندہ پورے اعضاء کے ساتھ بالکل سیدھا ہو جائے۔ اپنی زبان سے وہ بول بولے جس میں اللہ کی رضا ہے۔ غیبت نہ کرے، بہتان ترازی نہ کرے، گالی گلوچ نہ کرے زبان کا معاملہ بالکل سیدھا رکھے یہ زبان کی اسقامت ہے۔ اس پر قائم ہو جائے۔ اسی طرح بقیہ اعضاء ہیں ہاتھوں سے وہ پکڑے جس کے پکڑنے سے میں اللہ کی رضا ہے۔ کیا کمانا ہے؟ جس میں اللہ کی رضا ہے۔ ہاتھوں کا استعمال، پاؤں کا استعمال، آنکھوں کا، کانوں کا۔

بعض لوگ خود تو غیبت نہیں کرتے لیکن غور سے سنتے ہیں۔ یہ بھی گناہ ہے اللہ تعالیٰ کانوں کی امانت کا بھی حساب لے گا، کانوں کی امانت کا معاملہ بھی بڑا گھمبیر ہے۔ یہ سارے اعضاء ہی اللہ کی امانت ہیں، اس کا حق ادا کرو یہ معاملہ بڑا گھمبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّا عرضنا الأمانة على السموات والارض والجبال فأبين أن يحملنها وأشفقن منها ﴾

''ہم نے امانت کا بار آسمانوں پر پیش کیا زمینوں پر پہاڑوں پر پیش کیا کہ تم اس کو اٹھا لو لیکن ان سب نے انکار کر دیا۔ پہاڑوں نے بھی زمینوں نے بھی آسمانوں نے بھی امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔ یہ انکار تکبر کی بنا پر نہیں تھا بلکہ خوف کی بنا پر تھا۔ کہ اے اللہ اتنا بوجھ ہم کس طرح اٹھائیں گے؟ ﴿ فحملها الانسان ﴾ تو انسان نے اٹھا لیا، اب یہ ساری امانتیں ہیں ان امانتوں کا حق ادا کرو۔ ان اعضاء کو سیدھا رکھنا ان اعضا کی استقامت ہے، لہٰذا ان تمام پر تصرف کیجیے شریعت کی مرضی کے مطابق۔ اللہ کی رضا کے مطابق جب یہ اس طرح استعمال ہوں گے تو یہ استقامت ہے، اللہ راضی ہوگا۔ مثال کے طور پر ان قدموں سے چل کر آپ مقام خیر کی طرف بھی جا سکتے ہیں اور مقام شر کی طرف بھی۔ تو آپ کہاں جائیں؟...... جہاں خیر ہو۔ شر کی طرف نہ جائیں۔ اللہ کی نافرمانی کی طرف چل کر نہ جائیں۔ ان قدموں کا استعمال کریں اللہ کی رضا پر، جیسے ایک شخص اپنے قدموں سے کسی مریض کی بیمار پرسی کے لیے چل کر جاتا ہے فرشتوں کی نگاہ اس کے قدموں پر ہوتی ہے اور وہ کہتے ہیں طبت وطاب ممشاك

دعائیں کرتے ہیں کہ تو اچھا ہو جائے، عمدہ ہو جائے اور یہ تیرا چلنا بھی بڑا عمدہ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''جب وہ گھر سے نکلے گا اپنے بیمار بھائی کی بیمار پرسی کے لیے، جب وہ گھر سے نکل کر وہاں پہنچے گا، بیٹھے گا اور پھر فارغ ہو کر آئے گا۔ جب تک وہ یہ معاملہ کرتا رہے گا۔ تب تک وہ زمین پر نہیں جنت کے باغیچوں میں ہے۔

یہ قدموں کا استعمال ہے۔ اللہ کی رضا کی خاطر انسان چل کر مسجد کی طرف جاتا ہے مسجد چاہے ایک چبوترے کی شکل میں ہو۔ آپ کی عالیشان کوٹھیاں ہیں، کاروبار ہے، سج دھج کر جا رہے ہیں فرشتوں کو کوئی پروا نہیں۔ مگر مسجد چاہے تنکوں کی بنی ہو گھاس پھوس کی بنی ہو۔ اور آپ اس مسجد کی طرف جا رہے ہیں نماز کی ادائیگی کے لیے تو فرشتے آپ کے ایک ایک قدم کو گنتے ہیں۔ اللہ کے ملائکہ کی نگاہ آپ کے پاؤں پر ہوتی ہے۔ آپ نے ایک پاؤں اٹھایا فرشتوں نے ایک درجہ جنت میں اونچا کر دیا۔ وہ پاؤں آپ نے اٹھایا فرشتوں نے ایک گناہ کو دھو دیا۔ یہ مقام خیر کی طرف چل کر جانا اعضاء کا استعمال ہے استقامت کے دائرے میں۔ اپنے پاؤں سے وہاں چل کر جاؤ جہاں جانے میں اللہ کی رضا ہو۔

اسی لیے پیغمبر ﷺ عید گاہ کی طرف جاتے تو واپس راستہ تبدیل کر کے آتے تھے تا کہ پاؤں کا یہ چلنا زیادہ زمین پر ہو۔ اور یہ زیادہ زمین قیامت کے دن میرے بارے میں گواہی دے، شہادت دے۔ تو

اچھا استعمال استقامت ہے۔ الغرض ان تمام اعضاء کو شریعت کے مطابق استعمال کرنا استقامت ہے۔ اور یہ مطلوب ہے کیوں کہ ﴿ ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا ﴾ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر سیدھے ہو گئے۔ مکمل استقامت میں آ گئے ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دو نعمتیں ہیں۔ کون کون سی؟ ﴿ تتنزل علیھم الملا ئکة ﴾ ان پر اللہ کے فرشتے اترتے ہیں، وہ کیا کہتے ہیں؟ ﴿ الا تخافوا و لا تحزنوا ﴾ تم کوئی خوف نہ کرو، کوئی غم نہ کرو، نہ تم پر کوئی خوف ہے نہ غم۔ خوف کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہوتا ہے اور غم کا تعلق زمانہ ماضی سے۔ جو پریشانیاں آنے والی ہوں ان پر خوف ہوتا ہے اور جو پریشانیاں گزر چکی ہیں ان پر غم ہوتا ہے۔ تم پر نہ خوف ہے نہ غم، تمہارا ماضی بھی اور تمہارا مستقبل بھی محفوظ۔ کس بنا پر؟ ...... اس بنا پر کہ اللہ کو رب مان لیا اس پر راضی ہو گئے اور پھر پوری زندگی استقامت پر ڈال دی۔ استقامت کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ تو اس پر فرشتے اترتے ہیں۔

فرشتوں کا نزول دنیا کی زندگی میں بھی ہوسکتا ہے اور فرشتوں کا نزول اس وقت بھی ہوسکتا ہے جب انسان انتہائی پریشان کن مرحلے میں ہو جس کا نام موت ہے۔ یعنی یہ ہنستی بستی دنیا کو چھوڑ کر ایک گڑھے میں جا رہا ہے۔ جس گڑھے کے بارے میں فرمایا کہ ''یہ جہنم کا گڑھا بھی ہوسکتا ہے اور جنت کا باغیچہ بھی۔'' اس وقت اگر فرشتے اترتے ہیں اور بشارتیں دیتے ہیں کہ تم پر کوئی خوف نہیں کوئی غم نہیں تو کتنی بڑی نعمت ہے! بندہ کتنی بڑی عافیت میں آ جاتا ہے کہ موت جو بڑی کٹھن گھاٹی ہے، بڑا مہیب صدمہ ہے۔ اس وقت اگر یہ بشارتیں ملتی ہیں تو بندہ کتنا مطمئن ہو گا کتنا مسرور ہو گا کتنا فرحاں ہو گا ان بشارتوں پر! تو فرشتوں کا نزول ایک نعمت ہے کہ کوئی خوف نہ کرو اور کوئی غم نہ کرو۔

﴿وابشروا بالجنة ﴾ اور خوش ہو جاؤ کہ تمہارے لیے جنت ہے۔ سبحان اللہ! کتنا بڑا انعام ہے، یہ تو کامیاب ہو گیا، کامران ہو گیا، جنت مل گئی یہ تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔ ﴿ فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز ﴾ تم لوگ جس چیز کو چاہو کامیابی قرار دو۔ اچھی دولت، اچھا مال، بزنس کاربار، دکانیں، فیکٹریاں تم سمجھتے ہو یہ کامیابی ہے۔ ہمارے نزدیک کامیابی یہ ہے کہ جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے۔ یہ جنت کی بشارت کامیابی ہے، اس کو پا کر خوش ہو جاؤ۔ ﴿ التی کنتم توعدون ﴾ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ تم اللہ کو رب مان لو، توحید کو سمجھ لو اپنا لو اور قبول کر لو پھر استقامت اختیار کر لو تمہارے لیے جنت ہے۔ اب یہ وعدے پورے ہو رہے ہیں۔ ﴿ نحن اولیاء کم فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة ﴾

ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہ ملائکہ کہہ رہے ہیں، کتنی عظیم الشان دوستی ہے، باقی ساری دوستیاں یہاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ یہ اللہ کی دوستی اللہ کے نبی ﷺ کی دوستی ملائکہ کی دوستی یہ کام آ رہی ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہ بندہ کتنا مطمئن ہے جس کو ملائکہ کی دوستی حاصل ہو، ملائکہ کی دعائیں حاصل ہوں۔ فرشتے ایسے انسانوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں، بشارتیں دے رہے ہیں خوشخبری دے رہے ہیں اور ساتھ ساتھ فرما رہے ہیں:

﴿ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون﴾

اس جنت میں تمہارے لیے وہ سب کچھ ہے جو تمہارے نفس چاہیں جو خواہشات ہیں میلانات ہیں وہ سب کچھ موجود ہے، جو طلب کرو گے وہ حاصل ہو گا۔ حتیٰ کہ قرآن وحدیث سے واضح ہوتا ہے کہ بندہ درخت کے نیچے ٹیک لگائے بیٹھا ہے۔ درخت اونچے اونچے ہیں لیکن خوشوں سے اس قدر بھرے ہیں کہ اس کے بالکل قریب۔

﴿قطوفھا دانیة ﴾ جنت کے پھلوں کے خوشے اور گچھے بالکل قریب ہوں گے اب توڑنے کی زحمت بھی نہیں کرے گا۔ اگر بندے کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میں فلاں پھل کھاؤں تو وہ پھل خود ٹوٹ کر اس کے منہ میں آ جائے گا اور اس کی خواہش مکمل ہو جائے گی۔ پھر یہ بھی کہ اگر اس نے انگور کی خواہش کی تھی اور خواہش تبدیل

ہوگئی کہ سیب کھانے کو جی چاہ رہا ہے تو وہ انگور خود بخود سیب بن جائے گا۔ جو چاہو گے وہی ہوگا جو طلب کرو گے وہ حاصل ہوگا۔ یہ جنت ہے تمہیں پوری آزادی ہے جو چاہو کھاؤ پیو۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ﴿نزلًا من غفور رحیم﴾ مہمان نوازی اللہ کی طرف سے جو بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ 'نزل' کی تفسیر بہت سے محدثین نے اللہ کے دیدار کے ساتھ کی ہے۔ یہ مہمان نوازی اللہ کا دیدار ہے، اللہ کی زیارت ہے۔ کتنی عظیم الشان نعمت ہے! اتنی بڑی نعمت کہ دو جہانوں کی نعمتیں اکٹھی ہو جائیں تو اللہ کے دیدار کی نعمت کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل جنت اللہ کا دیدار کریں گے۔

《لا یلتفتون الی شیء من نعیم الجنة》 جب تک اللہ کا دیدار قائم رہے گا اللہ کی نعمتیں بھول جائیں گے، جنت کی حوریں، پھل، نہریں، جنت کے عالیشان محل سب بھول جائیں گے تو سب سے بڑی نعمت اللہ کی مہمان نوازی اللہ کا دیدار ہے۔ اس کو حاصل کرنے کا شوق ہے تو صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے عقیدے اور عمل کا تعلق واضح کیا ہے فرمایا:

《إنکم سترون ربکم لا تظامون فی رؤیته》 عنقریب تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے اور اس طرح دیکھو گے کہ اللہ کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

اس تکلیف کے دو معنی ہیں: ایک معنی یہ ہے کہ اللہ نور ہے اور بعض اوقات نور کو دیکھ کر آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ دوسرا یہ معنی ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ بھیڑ بھاڑ ہوگی پتا نہیں دیکھ سکے یا نہ دیکھ سکے، اپنا پاؤں اونچا کرنا پڑے ایڑھی اٹھانا پڑھے شاید یہ تکلیف اٹھانا پڑے۔ نہیں...... ﴿علی الارائك ینظرون﴾ جنت کے اندر اپنے تختوں پر ٹیک لگا کر اللہ کا دیدار کریں گے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

《إن استطعتم ألا تغلبوا علی صلوة قبل طلوع الشمس وقبل غروبها فافعلوا》

''اگر تم میں یہ طاقت ہو کہ دو نمازوں پر ایک وہ نماز جو سورج طلوع ہونے سے پہلے یعنی فجر اور دوسری وہ جو اس کے غروب سے پہلے یعنی نماز عصر، دنیا کی کوئی چیز غالب نہ آئے۔ کاربار، رشتہ داریاں، میٹنگ سیاسی امور کوئی چیز غالب نہ آئے بلکہ تم ان دونوں نمازوں کو دیانت داری سے صحیح وقت پر ادا کرتے رہو تو یہ کام ضرور کرو۔''

اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ان دو نمازوں کا حق ادا کرو گے تو قیامت کے دن اللہ کا دیدار حاصل ہوگا۔ عصر کی نماز سوا چار بجے ہوتی ہے۔ سوا چار بجے آپ بالکل وضو کر کے تیار ہوں کوئی چیز مانع اور رکاوٹ نہ بنے کہ فلاں میٹنگ ہے فلاں سیاسی معاملہ ہے۔ فلاں مہمان آ گیا یا فلاں کاروباری نوعیت کا کام ہے وہ کام کرلوں۔

ہاں! ابو ایوب سختیانی ؒ یاد آ گئے، بڑی چوٹی کے محدث ہیں، صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ ان کی زندگی کا واقعہ امام ذہبی ؒ نے نقل کیا ہے۔ واقعہ کیا، ان کا ایک کردار، اور وہ یہ کہ وہ پیشے کے سنار تھے سونے کو ڈھالنا اور زیور بنانا ان کا کام تھا۔ اور بعض اوقات سونا سامنے پڑا ہوتا، ہتھوڑی سے اس پر ضرب لگاتے تھے۔ اس سے زیور بنانے کے لیے ہتھوڑی اٹھائی اور مسجد سے آواز آئی ''اللہ اکبر' تو وہ ضرب بھی نہیں لگائی کہ جو ہتھوڑی اٹھائی ہوئی ہے کم از کم وہ ضرب لگا کر مسجد میں جاؤں۔ نہیں، ہتھوڑی اٹھائی ہوتی ہے اور اس کو رکھ کر مسجد میں پہنچ جاتے ہیں وہ ضرب بھی نہیں لگاتے، اتنے وقت کے پابند۔

تو فرمایا کہ اگر تم میں یہ طاقت ہو کہ تم پر دنیا کی کوئی چیز غالب نہ آ جائے تو پھر یہ کام ضرور کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ دونوں نمازیں صحیح وقت پر دیانت داری کے ساتھ ادا کرتے رہو گے تو اللہ قیامت کے دن دیدار عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت علی الحق نصیب فرمائے، بالکل اُس طریقے پر، جس پر اُسے مطلوب ہے، آمین۔



مسجد کے مقام کی بحالی

عطاء الرحمن

مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہی مخصوص نہیں، بلکہ یہ مسلمانوں کا سیاسی، ملی، فوجی اور تربیتی مرکز بھی ہوتی ہیں۔ مسجد نبویؐ میں جہاں ایک طرف دین ودنیا کے سارے قوانین مرتب ہوتے تھے وہاں دوسری طرف جہاد کے لیے فوجیں بھی یہاں سے روانہ ہوتیں اور وفود یہاں اترتے۔ عدالت نبوی ﷺ یہیں تھی، اس کا چبوترہ (صفہ) ایسی یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا جہاں فنی اور غیر فنی ہر طرح کی تعلیم مفت دی جاتی تھی۔ نیز اخلاقی وروحانی اور دینی تربیت کے سارے مراحل رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں طے ہوتے تھے۔ مسجد کی مختلف حیثیتوں پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس کا مقصد اُمت سے انتشار کو دور کرنا اور فکر وعقیدہ کے مطابق مسلمانوں کی ملی اور اجتماعی شیرازہ بندی کرنا ہے۔ اس کے علاوہ چند مختصر مصالح اور مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

① ......قوم وملت کی صف بندی۔

② ......قوم کے بہترین لوگوں کو دین میں بھی سرداری پر فائز کرنا۔

③ ......رائے عامہ معلوم کرنے کا مرکز بنانا۔

④ ...... عوام کو حکومت وسیاست، دین وعبادت اور نظامِ معاشرت کے طور طریقے سکھانا اور انھیں نشیب وفراز سے آگاہ کرنا۔

⑤ ......اہل محلّہ کے احوال اور حوادثِ تازہ سے واقفیت حاصل کرنا۔

⑥ ......جذبۂ محبت واخوت کو فروغ دینا۔

⑦ ......مسجدوں میں درس وتدریس کے نظام کو مضبوط کرنا۔

⑧ ......علم کے تقدس اور اساتذہ کے احترام کی نشو ونما کرنا۔

موجودہ صورتِ حال:

① ...... آج معصوم بچے چند ٹکوں کی خاطر یا تو ہوٹلوں، فیکٹریوں اور ورکشاپوں میں ضائع ہو رہے ہیں یا پھر مزاروں اور مصروف چوراہوں پر بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔

② ......نسل نو کی ایک بڑی تعداد آوارہ گردی کی راہ پر گامزن ہو کر جرائم پیشہ افراد کے ہتھے چڑھ رہی ہے اور خود والدین بھی بے بس دکھائی دے رہے ہیں۔

③ ......نئی نسل جس تیزی سے مغربی افکار اور تہذیب سے متاثر ہو رہی ہے اس سے اسلام، قرآن اور مشرقی اقدار سے ان کی دوری میں اضافہ ہو رہا ہے۔

④ ......نوجوان وقت کا غلط استعمال کر رہا ہے۔ کسی بھی ویڈیو گیمز کی دکان پر جھانک لیجیے تو معلوم ہوگا کہ سات سال کے بچوں سے لے کر سترہ سال کے نوجوانوں تک یہاں اپنا قیمتی وقت برباد کر رہے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں واقع کسی بھی انٹرنیٹ کلب میں بنے ہوئے خفیہ خانوں میں جا کر دیکھ لیں کہ دورِ جدید کی اس عظیم نعمت کو پڑھی لکھی نسل کس قدر غلط طریقے سے استعمال کر رہی ہے۔

⑤ ......عام لوگوں کی بڑی تعداد قرآن کے احکامات سے بے خبر ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ صبح کو انسان مسلمان ہوگا اور شام کو ایمان کی کیفیت سے دور ہوگا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ فتنہ کے اس دور میں ہر مسجد میں ایک نظام ترتیب دیا جائے جس کے مقاصد اور پروگرام درج ذیل ہوں۔

مقاصد:

① ...... ہر عمر کے افراد کو قرآنِ کریم کی تعلیم دینا۔

② ......قرآنِ کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت کا اہتمام کرنا۔

③ ...... معاشرے کے عام افراد کے لیے ترجمہ قرآن، تجوید

قرآن اور فہم دین کے ایسے کورسز کا اہتمام کرنا جن سے قرآنِ کریم کے پیغام کو مختصر وقت میں سمجھا جا سکے۔

④......علمائے کرام و مفکرین اسلام کے لیکچرز کا اہتمام کرنا۔

⑤......فرقہ واریت کے فتنوں سے بچتے ہوئے اُمت کو اتحاد کا درس دینا۔

تعلیم و تربیت کے لیے ہر مسجد میں درج ذیل شعبہ جات قائم کرنا بہت ضروری ہیں۔

شعبہ جات:

①......حفظ قرآنِ کریم (برائے طلبہ و طالبات)

[بعد نمازِ فجر تا عشاء]

②......تین سالہ عالمہ کورس (برائے طالبات)

[صبح ۹ بجے تا ۱۲:۳۰ بجے]

③......ناظرہ قرآنِ کریم (برائے طلبہ و طالبات)

[بعد نماز فجر و عصر ایک ایک گھنٹہ]

④......تفہیم الاسلام سمر کیمپ [بعد نمازِ فجر دو گھنٹے]

(موسم گرما میں سکول کے طلبہ کے لیے)

⑤......فہم دین کورس (موسم گرما میں) [بعد نمازِ مغرب]

فہم قرآن و سنت پروگرام:

①......ترجمہ قرآن کلاس (تعلیم بالغاں پروگرام)

[روزانہ کسی وقت نصف گھنٹہ کے لیے]

②......ہفتہ وار درس قرآن (برائے مرد حضرات)

[ہفتہ میں کسی دن پون گھنٹے کی نشست]

③......مطالعہ حدیث (تعلیم بالغاں پروگرام)

[روزانہ بعد نمازِ فجر یا عصر صرف دس منٹ]

④......ہفتہ وار درس قرآنِ کریم (برائے خواتین)

[ہفتہ میں کسی دن پون گھنٹے کی نشست]

⑤......دورۂ قرآنِ کریم (برائے خواتین)

[صبح ۱۰ بجے تا ۱۲ بجے] (رمضان المبارک میں روزانہ)

خصوصیات برائے طلبہ ناظرہ قرآنِ کریم:

①......طلبہ و طالبات کو صحیح تلفظ کے ساتھ قرآنِ کریم پڑھانا۔

②......نماز اور اَدعیہ ماثورہ یاد کرانا۔

③......بچوں میں تقریری صلاحیتیں اجاگر کرنے کے لیے ہفتہ وار بزم اَدب کا انعقاد کرنا جس میں درج ذیل چیزیں بچوں کے ذہن میں راسخ کی جائیں:

1......توحید باری تعالیٰ کا قرآنی تصور۔

2......بچوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت۔

3......بچوں کے دل میں رسول اللہ e کی محبت۔

بچوں سے ذہنی آزمائش کے سوال کیے جائیں اور انعامات کے ذریعے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

انچارج بزم اَدب کے لیے ہدایات:

①...... طویل لیکچر دینے کی بجائے ڈسکشن (مذاکرہ وتبادلۂ خیال) کی صورت میں بچوں کو شریک کریں۔

②......تربیتی اسباق زیادہ تر سوال وجواب کی صورت میں منتقل کریں۔

③...... ہمیشہ بچوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

④......بچوں کو ہمیشہ مثبت سوچ دیں اور منفی سوچ سے گریز سکھائیں۔

⑤......آغاز میں بچوں کو اللہ کی رحمت کا اور پھر اس کی سزا وجزا کا تصور دیں۔

⑥...... اپنی گفتگو میں ''نہیں۔ No'' کا لفظ استعمال کرنے سے گریز کریں۔

⑦......بچوں کو انعام سے نوازیں اور تعریفی کلمات بولیں۔

⑧......تلاوت، نعت اور تقریری مقابلوں میں بھی انعامات کے ذریعے حوصلہ افزائی کریں۔

خصوصیات برائے حفظ کلاس:

①...... بچے کو قرآنِ کریم کا حافظ اور اسلامی علوم کا محافظ بنانا تاکہ وہ اچھے برے کی تمیز کر سکے۔

②...... ہر پارے کے اختتام پر اس پارے اور منزل کا خصوصی

جائزہ اور نوافل میں سننے کا اہتمام کرنا۔

③......قرآنِ کریم کا تلفظ قابل رشک۔

④......بچوں کی نفسیات کو پیش نظر رکھنا۔

⑤......حفظ قرآن کے بعد منزل کی پختگی کے لیے متشابہات قرآن کا منفرد کورس کرانا۔

⑥......عبادات کی عملی مشق کا اہتمام کرنا۔

⑦......تلاوت، نعت اور تقریری مقابلوں میں بھی انعامات کے ذریعے حوصلہ افزائی کرنا۔

⑧...... ہر جمعۃ المبارک کو (یا کسی بھی متعین دن) بچوں کے مابین مقابلہ حسن قراءت اور مقابلہ حسن اذان۔

⑨......فارغ ہونے والے بچوں کی مزید تعلیم و تربیت کے لیے عملی معاونت کرنا۔

⑩...... ہر ہفتہ کے دن بچوں کے مابین تعلیمی مسابقہ کرانا۔

تفہیم الاسلام سمر کیمپ:

موسم گرما میں سکول کے طلبہ وطالبات کے لیے ایک تربیتی کورس رکھا جائے جس کا نصاب درج ذیل ہو:

①......قرآنِ کریم کے تلفظ کی اصلاح اور تجوید کے ضروری قواعد

②......عقائد: اللہ تعالیٰ پر ایمان، ملائکہ، آسمانی کتب، رسولوں، آخرت اور تقدیر پر ایمان اور ان کا فلسفہ۔

③...... عبادات: کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔

④......اخلاقیات: آدابِ زندگی اور عمومی معاشرتی آداب۔

⑤......معاملات: ایک مسلمان بچے کے لیے چوبیس گھنٹے کی زندگی گزارنے کا طریقہ۔

⑥...... سیرت النبی ﷺ: حضور ﷺ کے بچپن سے لے کر رحلت تک مبارک زندگی گزارنے کا طریقہ۔

⑦......قصص الانبیاء: قرآنِ کریم میں گزری ہوئی اقوام کی طرف بھیجے گئے دس مشہور انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی پر مبنی عبرت آموز واقعات۔

⑧......سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم: خلفائے راشدین کے واقعات۔

⑨...... تاریخ اسلام: تاریخ اسلام کے مشہور فوجی سپہ سالار، علماء اور قائدین تحریک آزادی کے حالاتِ زندگی اور خدمات۔

⑩...... بزمِ ادب: بچوں کی تقریری صلاحیتیں اُجاگر کرنا، تلاوت، نعت اور تقریری مقابلہ میں انعامات کے ذریعے حوصلہ افزائی۔

تفہیم الاسلام سمر کیمپ کے بعد بچوں میں جو تبدیلی لانے کی کوشش کی جائے:

①......قرآنِ کریم صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھیں۔

②......نماز اور ادعیہ مسنونہ یاد ہوں۔

③......سیرت النبی ﷺ پر زبانی عبور ہو۔

④......دس مشہور انبیائے کرام علیہم السلام کے قرآنی واقعات یاد ہوں۔

⑤......خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سیرت یاد ہو۔

⑥......فضول گھومنے پھرنے سے احتراز کریں۔

⑦......گھر میں والدین اور رشتہ داروں کی اطاعت کریں۔

⑧......مسجد سے لگاؤ پیدا ہو۔

⑨......نفاست اور صفائی کی طرف مائل ہوں۔

⑩......فضول خرچی سے گریز کریں۔

تین سالہ عالمہ کورس:

بیٹیاں جو اپنے والدین کے گھر مہمان ہوتی ہیں، ان کو اپنے اصلی گھر روانہ کرتے ہوئے جو حقیقی تحفہ دیا جاسکتا ہے وہ دینی تعلیم وتربیت ہے۔ اس کے لیے ایک نصاب تجویز کیا گیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

① ترجمہ قرآنِ کریم، ② مشکوٰۃ شریف (منتخب ابواب)، ③ فقہ النساء، ④ صرف (تمرین الصرف)، ⑤ نحو (تمرین النحو)، ⑥ مبادی الترجمہ، ⑦ سیرت النبی ﷺ، ⑧ خطبات، دینیات (سید مودودی رحمہ اللہ) ☆

☆......خطبات میں ''اسلامی خطبات'' یا اُس کا مختصر ایڈیشن ''خطباتِ جمعہ'' (مولانا عبدالسلام بستویؒ) اور عام اسلامی تعلیمات میں ''منہاج المسلم'' (شیخ ابوبکر جابر الجزائری) اور ''اسلامی تعلیم'' (مولانا عبدالسلام بستویؒ) بھی شامل کی جاسکتی ہیں۔ [ع۔و]

فہم دین کورس (تعلیم بالغاں پروگرام):

ہر سال جون، جولائی میں فہم دین کورس کرایا جائے جس میں تجوید اور فہم قرآن کے علاوہ درج ذیل اہم موضوعات پر لیکچرز کرائے جائیں:

① تجدید واحیائے دین ② عصر حاضر کی اسلامی تحریکات ③ مذاہب عالم ④ کامیاب زندگی ⑤ اخلاصِ نیت ⑥ غیر سودی بینکاری ⑦ تعلق باللہ ⑧ زندہ ایمان، سیرت صحابہؓ ⑨ تزکیہ نفس ⑩ ذکر اور اس کی حقیقت ⑪ خدمت خلق کے ذریعے رضائے الٰہی کا حصول ⑫ انفاق فی سبیل اللہ ⑬ جدید مغربی افکار واصطلاحات ⑭ مغربی تہذیب ⑮ رسولِ اکرم ﷺ کا طریقہ دعوت وحب رسول کے تقاضے ⑯ وقت کا مؤثر استعمال ⑰ زبان کی آفتیں ⑱ شرک اور اس کے جدید مظاہر ⑲ تصورِ امانت ⑳ مطالعہ کیوں اور کیسے؟ ㉑ کامیابی کا راستہ۔

ترجمہ قرآن کلاس:

یہ کلاس روزانہ بعد نماز عشاء ہوسکتی ہے۔ دو تین آیات روزانہ پڑھی جائیں، ہفتہ میں ایک دن حدیث کا مطالعہ کیا جائے تا کہ قرآنِ کریم کے ساتھ سنت رسول ﷺ سے ہمارا رشتہ مضبوط ہو۔

فہم قرآن پروگرام:

ہفتہ میں ایک دن مرد اور خواتین کے لیے علیحدہ علیحدہ درس قرآن کی مجالس منعقد کی جائیں۔

دورۂ قرآن کریم (برائے خواتین):

رمضان المبارک میں روزانہ صبح دس تا بارہ بجے نماز تراویح میں پڑھے ہوئے قرآنِ کریم کے حصوں کا مطالعہ کیا جائے۔

اسلامک میڈیا لائبریری:

پاکستان میں عریانی اور فحاشی پھیلانے کے لیے خوفناک منصوبے تیار کیے گئے ہیں۔ انٹرنیٹ کیفے میں غیر اخلاقی اور فحش ویب سائٹ استعمال کرنے کی ہر فرد کو اجازت ہے۔ کیبل ٹی وی پر فحش پروگرام دکھائے جاتے ہیں۔ میراتھن ریس، بسنت، ویلنٹائن ڈے اور دیگر خرافات کے نام پر مخلوط پروگرام کیے جاتے ہیں۔ فحاشی پھیلائی جاتی ہے اور عذابِ الٰہی کو دعوت دی جاتی ہے۔ ان خرافات کے تدارک کے لیے ہر مسجد میں اسلامک میڈیا لائبریری بنائی جائے جس کے مقاصد درج ذیل ہوں:

①......صاف ستھری اور با مقصد تفریح کا حصول۔

②......علم اور تعلیم کا فروغ

③......اقامت دین اور اشاعت اسلام کا جذبہ پیدا کرنا۔

اس لائبریری میں طلبہ اور نو جوانوں کو ایسی سی ڈیز دکھائی جائیں جن سے ان کی تعمیری سوچ بنے اور وہ اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھ سکیں۔

اس پُرفتن دور میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

آج امت مسلمہ تاریخ کے نازک موڑ پر کھڑی ہے۔ اس کے لیے راہِ نجات یہی ہے کہ بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو قرآن وسنت اور مسجد کے ماحول کے ساتھ وابستہ کر دیں۔

①...... یہاں کتنے بوڑھے افراد ایسے ہیں جنھیں ابھی تک قرآنِ کریم صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنا نہیں آتا۔

②......کم ہی نوجوان ایسے ہیں جو قرآنِ کریم پڑھنے سمجھنے کے ساتھ فہم دین بھی رکھتے ہیں۔

③......کم ہی بچے ایسے ہیں جو قرآنِ کریم کے ساتھ اسلام کی بنیادی باتیں جانتے ہیں۔

④......مسجد میں ہر سطح کے لوگوں کے لیے شعبہ جات قائم کیے جائیں، ان میں مرد وخواتین اور بچوں اور نوجوانوں کو قرآن وسنت کے بنیادی احکامات سمجھائے جائیں۔

⑤......تمام اخبارات ورسائل میں مسجد کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً مضامین اور اداریے شائع کراتے رہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی کے معروف سکالرز کو اس اہم موضوع پر گفتگو کا موقع دیں۔ [بہ شکریہ، ماہنامہ میثاق، لاہور]



رمضان المبارک میں کیا کھویا کیا پایا؟

حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی

سچے مومن اور مومنات گیارہ مہینے دعا کرتے ہیں کہ ''یا اللہ کریم! ہمیں رمضان المبارک کے روزے نصیب فرما۔'' خوش نصیب ہیں وہ اہل ایمان جنھوں نے اس مبارک ماہ کو اپنی زندگی میں اس دفعہ بھی پایا اور پھر انھوں نے اس میں بھرپور جدوجہد کر کے اعمالِ صالحہ سرانجام دیے اور ربِ کریم کی رحمت، مغفرت اور نجات جیسے انعامات سے نوازے گئے۔ ایسے اصحابِ ایمان حضرات وخواتین میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارا نام بھی شامل فرمائے، آمین۔

ماہ رمضان المبارک کے سایہ فگن ہوتے ہی دیہات اور شہروں کی چھوٹی بڑی مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھنے لگی، جو رمضان المبارک سے قبل تھوڑی ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح آخر رمضان المبارک خصوصاً ستائیسویں (۲۷) شب کو ایک بار پھر نمازی حضرات کثرت سے آئے......مگر......پھر غائب۔

اے اللہ کریم! یہ کیا ماجرا ہے؟ کہ اکثر لوگ رمضان المبارک کے آغاز اور اختتام پر صرف چند یوم کی حاضری اپنے لیے کافی سمجھ لیتے ہیں۔ یہ فلسفہ اور مفہوم انھوں نے کہاں سے لیا؟ کیا قرونِ اولیٰ میں اس طرح کا طرزِ عمل مسلمانوں میں موجود تھا؟ ایسے حضرات کے پاس کیا دلیل ہے؟ کیا ان کو کسی نے کوئی خوشخبری سنا دی؟ یا پھر ان کو کسی نے روک لیا ہے؟

حالاں کہ یہ وہی مسلمان تو ہیں جو گزشتہ سال اپنی زبان سے اقرار کرتے تھے کہ سستی ہو جاتی ہے، اور شیطان کے حربوں سے بچا نہیں جاتا، اب کے کوشش کریں گے وغیرہ اور ساتھ وعدہ کرتے تھے کہ رمضان المبارک کا مہینہ آئے گا تو باقاعدہ نمازیں ادا کریں گے اور روزے رکھیں گے۔ یہ مسلمان حسب وعدہ مساجد کی طرف آئے انھوں نے نمازیں بھی کچھ دن ادا کیں، اپنے کاروبار زندگی سے کچھ وقت بھی نکالا۔ پھر کون سی وہ وجہ ہے کہ نمازی حضرات پورا سال استقامت نہ دکھا سکے اور اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے۔ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب علمائے کرام، نمازی حضرات اور خود مساجد سے بے رخی کرنے والوں سے مطلوب ہے۔

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا مہمان تھا اور ہمارے لیے کئی انقلابی پروگرام اپنے ہمراہ لایا تھا۔ مثلاً تربیت، پابندی وقت کی، صبر واستقامت کی، غم خواری وہمدردی کی، غیر اللہ کی نفی اور جہاد سے وفا کی، جھوٹ، غیبت، بددیانتی، زنا اور دیگر بداخلاقیوں اور تمام مخربِ اخلاق اشیاء واعمال سے اجتناب کی اور زندگی کے ہر لمحے کو اپنے لیے قیمتی سمجھنا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کی رضا جوئی کے لیے اطاعت مصطفیٰ ﷺ جو دراصل مقصد حیات ہے۔

یہ ماہِ عظیم کے وہ مقاصد اور انقلابی پروگرام تھے اگر ہم اپنے خالی دامن میں کچھ نہیں سمیٹ سکے تو یہ قصور کس کا ہے؟ کیا یہ کاربارِ زندگی، مال واولاد قبر میں یا میدان محشر میں ہمارے کام آ سکے گی؟ اہل کفر نے ہمارے اوپر جس قدر ظلم وتشدد کا بازار گرم کر رکھا ہے آج اسی قدر ہمیں اپنی اصلاح وتربیت کی بھی ضرورت ہے۔

اب تو ہمارے پیارے وطن عزیز کے پرامن دامن کو اہل کفر اور طاغوتی طاقتیں داغ دار کر چکی ہیں۔ آئے روز ان کی طرف سے ہونے والے حملے اور ان کے ذلہ خواروں کے نئے اخباری بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمیں صفحہ ہستی سے نابود کرنے کے لیے تلے بیٹھے ہیں لا قدر اللہ۔ اور ہم آگاہ ہونے کے باوجود بھی پہلے کی طرح اپنی من

مرضی، سستی، بے فکری کی زندگی، اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسولِ کریم ﷺ کے فرامین کی مخالفت میں گزاریں اور پھر اپنے آپ کو پکا سچا مسلمان بھی سمجھیں کیا یہ خود فریبی نہیں؟ تو پھر یہ سلسلہ کیسے ترک ہوسکتا ہے؟ کبھی سوچا ہم نے اپنے مستقبل کے لیے!

یہ وہ سوالات ہیں جن کی فکر ہر کلمہ گو مسلم کو ہونی چاہیے۔ زندگی عارضی ہے ہمیں اخروی زندگی کی تیاری کا موقع دیا گیا ہے اس کے لیل ونہار اور اس کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ کل اعمال کے لیے وقت نہیں مل سکے گا۔ اس روز کی ناکامی سے بچنے کے لیے اور کامرانی سے ہمکنار ہونے کے لیے ابھی ہمارے پاس وقت اور تمام تر صلاحیتیں موجود ہیں۔ جنھیں ہم بروئے کار لا کر اپنے مستقبل کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کامیاب بنا سکتے ہیں۔





پروفیسر محمد سعید عابد (قصور)

”چند الفاظ کی صحت“

(جناب حیات عبداللہ کے مضمون پر استدراک)

الاعتصام کے شمارہ:۴۲، میں جناب حیات عبداللہ ﷾ کا مضمون بعنوان ”چند الفاظ کی صحت“ نظر سے گزرا۔ مضمون نگار موصوف کی صحت زبان کے ساتھ دلچسپی اور روز افزوں اغلاطِ زبان پر فکر مندی قابل قدر ہے۔ انھوں نے بعض الفاظ کی املا اور ان کے تلفظ کی درستی کی طرف بجا طور پر توجہ دلائی ہے۔ اس لیے کہ تلفظ اور املا کی صحت ہی کسی زبان کی خوب صورتی، ثقاہت اور ”صحت“ کی محافظ ہوتی ہے۔ مگر بعض الفاظ کے بارے میں اس قدر حساسیت غیر ضروری سمجھی جاتی ہے۔ لفظ ”رہائش“ اسی قسم کے الفاظ میں شامل ہے۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس لفظ کو اردو کے تمام لغت نویسوں نے اپنی مرتب کردہ کتابوں میں باقاعدہ جگہ دی ہے۔ گویا اپنی بناوٹ کے لحاظ سے غلط ہونے کے باوجود اسے انہی مروّج معانی کے لیے قبول کرلیا گیا ہے۔

مثلاً فرہنگ کارواں کے جامع فضل الٰہی عارف مرحوم اس لفظ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

(ا۔مؤنث) سکونت، رہنا۔ یہ لفظ رہنا مصدر سے خلافِ قاعدہ بنالیا گیا ہے۔

گویا فارسی مصدر ”رہیدن“ سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ (م۔س۔ع) اور غلط ہونے کے باوجود بہ کثرت مستعمل ہے۔ صاحب نسیم اللغات اس کے معانی یوں بیان کرتے ہیں۔ (ا۔مو) سکونت، قیام، ٹھکانا، گنجائش، ضبط، برداشت۔ (فارسی میں غلط)

قوسین کے الفاظ غور طلب ہیں جن سے یہ مفہوم ٹپک رہا ہے کہ یہ لفظ اردو میں غلط نہیں۔

فرہنگ آصفیہ میں متعلقہ باب دیکھئے۔

رہائش یا رہاس۔ ہ، اسم مؤنث۔ عوام [کے ہاں]، سکونت، مسکن، قیام، بود و باش، بساست، گھر، ٹھکانا، ماوا۔

مدعا اس ساری گفتگو کا یہ ہے کہ اس لفظ پر علمی بحث برحق مگر اس کا استعمال ترک کرنے پر زور دینا غیر ضروری ہے۔ یہی حال لفظ ”مخیّر“ کا ہے۔ اس لفظ کے باب میں مضمون نگار نے جو کچھ لکھا ہے اس کا لفظ لفظ عین حق ہے۔ مگر اردو لغت نویسوں نے اس لفظ کے معانی میں بغیر کسی تحفظ کے (لفظ رہائش کے برعکس) سخی اور فیاض بھی درج کیے ہیں۔ ویسے بھی اپنے بنیادی مادے ***(Basic Root)*** خ۔ی۔ر کے اشتراک کے سبب اس میں خیر، بھلائی اور عمل خیر کا معنی و مفہوم موجود ہے۔ اس لیے لفظ مخیّر کے معنی جہاں اختیار دینے والے کے ہیں وہاں عمل خیر کرنے والے کے بھی ہیں۔ اور سباق وسیاق عبارت میں اس کا کوئی ایک معنی متعین کردیتا ہے۔ شاید اسی لیے اہل لغت نے اس کے معانی میں بغیر کسی اضافی وضاحت کے سخی اور فیاض کا اضافہ کردیا ہے۔ لہٰذا اردو خواں حضرات کو ”خَیِّر“ کے تکلف بلکہ چکر میں ڈالنا انھیں غیر ضروری مشقت میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے۔ مزید برآں مخیّر کا لفظ اسم فاعل کے معروف وزن پر ہونے کی بنا پر مانوس بھی ہے اور سہل بھی۔

لفظ اسپغول کے سلسلے میں عرض ہے کہ یہ واقعی غولِ اسپ کی مقلوبی حالت ہے اور معنی وہی ”گھوڑے کے کان“ ہیں۔ مگر اس کی مشابہت اس کے پودے میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں خود اس کے بیج کی گھوڑے کے کان سے مشابہت نہایت واضح ہے۔

یہ درست ہے کہ مذکر کے لیے سنہرا اور مؤنث کے لیے سنہری صفت لانا جائز ہے مگر لازم نہیں۔ قطع نظر تذکیر و تانیث کے ہر دو کے لیے سنہری بھی بطور صفت کے مستعمل ہے بلکہ زیادہ فصیح سمجھا جاتا ہے۔

سند کے لیے استاد امام بخش ناسخ کا شعر پیش خدمت ہے:

وصف جب میں نے کیے تیرے سنہری رنگ کے
خود بخود ہر صفحۂ دیواں مُذہَّب ہو گیا

[بحوالہ فرہنگ آصفیہ]

فہرست کتب

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا محمد اسماعیل سلفی

۴۲ر رسولِ اکرم ﷺ کی نماز، ص:۱۳۲، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور مارچ ۱۹۷۹ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ حکیم محمد اشرف سندھو رحمہ اللہ

۴۵۸ف فلاح دارین، ص:۷۹، دارالاشاعت اشرفیہ سندھو ضلع قصور ستمبر ۱۹۹۱ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ اشرف توقیر فاضل پوری

۴۵ھ ہم سینے پر ہاتھ کیوں باندھتے ہیں؟ ص:۱۲۸، ادارہ تحقیقات سلفیہ گوجراں والا۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ ابوسعید عبدالغنی المسلم

۱۵۶ان نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا اور سجدوں میں رفع یدین، ص:۲۰، بک ورلڈ پبلشر بندروڈ لاڑکانہ مارچ ۲۰۰۳ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ اصغر چشتی، مترجم: عبدالجبار سلفی

۵۰ا امام الانبیاء کا طریقہ نماز، ص:۵۶، دارالمعارف السّلفیہ حویلی لکھا ضلع اوکاڑا۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد افضل

۵۸۹م ماہِ ذوالحجہ کے چند ضروری مسائل، ص:۴۸، مکتبہ السنہ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی کراچی۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ سید اقتدار صاحب

۶۰۴ص صلوٰۃ الرسول ﷺ، ۳۲ محمد اکیڈمی توحید گنج منڈی بہاؤالدین ۱۹۳۹ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ اکرام الحق

۶۲۶ن نماز کی کتاب مکمل، ص:۴۸۰، مکتبہ اسلامیہ راولپنڈی ۱۹۸۹ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

۶۳۴م مختصر الصلوٰۃ ومختصر الکبائر لعلامہ شمس الدین ذہبی، ص:۵۶ جامعہ التوحید بجواکپل بتونیپال ۱۹۹۴ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ ابومحمد امام الدین

۶۷خ خاصانِ خدا کی نماز، ص:۱۱۲، البدر پبلی کیشنز اردو بازار لاہور اکتوبر ۱۹۷۸ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ مفتی بلال الدین امجدی

۶۸ا اچھی نماز، ص:۱۲۸، نذیر سنز پبلشرز اردو بازار لاہور ۱۹۹۴ء

۳۲۱۱ء۲۹۷

۷۰۹م مفتاح الجنہ (سندھی) ص:۹۶، ادارہ اشاعت القرآن والسنہ سندھ۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، مترجم: ابومحمد عبدالستار الحماد

ب۱۸۲ا اہمیت نماز اور اسلام، ص:۳۲، مرکز الدراسات الاسلامیہ ملتان۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ (مجموعہ ۳ کتب)

ب۱۸۲اب ۱۔ نماز باجماعت کی اہمیت وفضیلت

۲۔ بے نماز کا شرعی حکم، شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

۳۔ نماز مسنون ووظائف، محمد عطاء اللہ حنیف۔ دارالکتاب والسنہ کراچی

۳۲۱۱ء۲۹۷ امام بخاری رحمہ اللہ، مترجم: ہدایت اللہ ندوی

ب۳۰ا امام کے پیچھے الحمد، ص:۶۴، مولانا افتخار احمد مکہ مکرمہ۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، مترجم: ابو یوسف قاری محمد صدیق

ب۱۸۲ان نماز کے بیان میں تین رسالے، ص:۴۰، مکتبہ الفرقان ۱۴۰۸ھ

۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ

ب۳۰ج جز رفع الیدین فی الصلوٰۃ، ص:۳۲، مطبع صدیقی لاہور ۱۳۱۷ھ

۲۔ التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ، ص:۲۰۰، لمولوی حافظ محمد صاحب

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا عبدالسلام بستوی

ب۵۲۴د دستورالمتقی (المعروف) صلاۃ النبی، ص:۱۹۶، تعلیمی کتب خانہ کشمیری بازار لاہور۔س، ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ للامام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ

ب۳۰ج جز القراءۃ خلف الامام، ص:۱۱۵، المکتبۃ السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور اکتوبر ۱۹۹۹ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ للامام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ

ب۳۰ج جزء رفع الیدین، ص:۶۰، اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور ۱۴۰۳ھ

۳۲۱۱ء۲۹۷ للامام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ، مترجم: محمد صدیق بن عبدالعزیز

ب۳۰ج اسوۃ سید الکونین اردو ترجمہ جزء رفع الیدین، ص:۷۳، ادارہ ادباء السنہ النبویۃ سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا۔س، ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا عبدالسلام بستوی

ب۵۱۴ک ۱۔ ارشاد خیر الوری لاقامۃ الجمعۃ فی القریٰ۔

۲۔ البرہان الساطع لاثبات الخطبۃ بلسان السامع۔

۳۔ نور الشمعہ لردّ احتیاط الظہر بعد الجمعہ، ص:۷۰، دارالکتب الاسلامیہ اردو بازار دہلی ۱۹۸۰ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا عبدالسلام بستوی صاحب

ب۵۲۴ج کتاب الجمعہ، ص:۷۰، دارالکتب الاسلامیہ اردو بازار دہلی ۱۹۸۰ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ علامہ نسیم البستوی القادری

ب۵۲۴ن نماز حنفی کا ترجمہ، ص:۱۱۲، نوری کتب خانہ لاہور ۱۹۷۸ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ بشیر سنز

ب۵۷ل اللہ اور رسول کا پیغام جنت چاہنے والوں کے نام، ص:۱۷۶، بشیر سنز ریل بازار گوجرانوالہ۔س، ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ ڈاکٹر محمد بشیر ہومیو

ب۵۹ق قراءۃ الفاتحہ فی صلوۃ الجنازۃ، ص:۲۹، مدرسہ تہذیب البنات محمدیہ کالونی ضلع بہاولنگر

۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد بشیر السہسوانی

ب۵۹۳ب البرہان العجاب علی فرضیۃ ام الکتب، ص:۴۲۶، مکتبہ سعیدیہ خانیوال ملتان ۱۴۰۳ھ

۳۲۱۱ء۲۹۷ خالد گرجاکھی

ب۳۰۱ج جزء رفع الیدین، ص:۲۴۷، ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ گوجرانوالہ۔س، ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی

ب۳۹۵ر رسالہ العجاب وعجالہ لاجواب یعنی رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا، ص:۳۰، مکتبہ الدعوۃ السّلفیہ حیدر آباد سندھ۔ اپریل ۱۹۹۸ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ بقار محمد عبدالرحمٰن (مجموعہ ۴ کتب)

ب۶۴س سرمن یری فی بحث الجمعہ فی القری حصہ اوّل دوم مطبع سعیدی کلکتہ۔

۲۔ انتصار الصدیق رضی اللہ عنہ من الملحد الزندیق، قاضی عبدالاحد خانپوری

۳۔ فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب محمد نصیر الدین

۴۔ جامع الحسنات حاجی محمد قطب الدین

۱۱۳۲۱ء۲۹۷ حکیم محمد بشیر سہروردی
ب۵۹۳ن نماز کا طریقہ مترجم مع ضروری مسائل، ص:۵۶، چشتی
اقبال منزل شیش محل روڈ لاہور۔س،ن
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ شیخ احمد بن حجر بوطامی
ب۶۵۷د دس اہم دینی مسائل، ص:۲۴۰، الدار السّلفیہ بمبئی جون
۱۹۸۵ء
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ علامہ تمنا عمادی
ت۵۸ن نماز پنجگانہ کا قرآنی ثبوت، ص:۱۶۸، مکتبہ معاویہ لیاقت
باغ کراچی ۱۹۷۱ء
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ
ث۲۷آ آمین۔ رفع یدین، ص:۳۲، مکتبہ شعیب حدیث منزل
کراچی اکتوبر ۱۹۲۱ء
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ ثناء اللہ ومحمد اسماعیل ربانی
ث۲۷ن نماز کی اہمیت، ص:۲۴، تحریک اصلاحی فیصل آباد۔س،ن
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ محمد علی جانباز (مجموعہ۳ کتب)
ج۲۰۵ن ا۔نفحات العطر فی تحقیق عید الفطر، ص:۲۰۸، مکتبہ نعمانیہ
اردو بازار گوجرانوالہ
۲۔زکوۃ الفطر، سراج الدین بن حافظ اعظم، ص:۶۴
۳۔خصوصیت ماہِ شعبان اور خطبہ شعبان عبدالرشید حنیف
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ مولانا محمد علی جانباز
ج۲۰۵د دورانِ خطبہ جمعہ دو رکعت تحیۃ المسجد کا حکم، ص:۸۴،
جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ ۱۹۹۰ء
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ جاوید انور صدیقی
ج۲۱آ آئینہ نماز نبوی ﷺ، ص:۱۱۲، جامعہ اہل حدیث چوک
دالگراں لاہور۔س،ن
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ مولوی عبدالجبار محمد جمال صاحب
ج۵۵م المرقات فی احکام الصلوٰۃ، ص:۸۸، مطبع اہل حدیث
امرتسر ۱۳۲۵ھ

۴۔گلدستہ نور احقاق الحق فی جواب اظہار الحق، نور گھر جاکھی
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ شیخ مہدی معین صاحب
ح۴۹ع عذاب فرات لاہل نجات، ص:۳۲، شیخ فضل حسین ہلالی
پریس دہلی ۱۹۱۵ء
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ بشیر احمد حسیم
ح۵۰۷ت التحقیق السدید فی ردّ اہل التقلید مسائل ثلاثہ مسئلہ نماز
التسبیح، مسئلہ تراویح، مسئلہ قصہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حقیقت،
ص:۳۷، جمعیت اہل حدیث رحیم یار خان مارچ ۱۹۹۸ء
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ بشیر احمد حسیم
ح۵۰۷ر رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا فتنہ اور اس کا آپریشن،
ص:۳۳، جمعیت اہل حدیث رحیم یار خان
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ بشیر احمد حسیم
ح۵۰۷م مختصر محمدی نماز، ص:۱۴۴، جمعیت اہل حدیث رحیم یار
خان ۱۹۹۷ء
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ محمد علی جانباز
ج۲۰۵ا اہمیت نماز، ص:۲۰۷، مکتبہ قدوسیہ لاہور نومبر ۲۰۰۳ء
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ محمد ابرار حسن صدیقی
ح۴۵ا افازۃ جد الکرامۃ بستۃ جلوس مؤتم حین الاقامۃ، ص:۸۰
نوری کتب خانہ لاہور
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ مولوی محمد حسین صاحب
ح۵۳۶ا اشاعۃ اللمعۃ فی فرضیۃ الجمعۃ، ص:۳۲، مطبع اسلامیہ سٹیم
پریس لاہور
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ ابوحماد فاروقی
ح۱۶۷س سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز برباد، ص:۱۲۸، ا۷۔وائی، ایف
راولپنڈی مئی ۱۹۹۳ء
۱۱۳۲۱ء۲۹۷ محمد عطاء اللہ حنیف
ح۸۲۵ف فتاویٰ اولیائے کرام وفقہائے عظام قراءۃ فاتحہ خلف
الامام، ص:۴۸، جمعیت اہل حدیث گوجراں والا

۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالرشید حنیف

ح ۸۲۵م مقبول ربانی کی مقبول نماز، ص:۷۹، اہل حدیث یوتھ فورس تحصیل جھنگ ۱۹۷۳ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا محمد حنیف منجا کوٹی

ح ۸۲۵م مرد وزن کی نماز میں فرق، ص:۴۶، مکتبہ کتاب وسنت سیالکوٹ ۲۰۰۴ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، مترجم: چوہدری عبدالحفیظ

۵(۲۷م مسائل نماز، ص:۱۷۴، مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور۔ س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ خان بادشاہ

خ ۳۵۴م مسرۃ العینین لمن یقول بوجوب الصلوٰتین، ص:۳۰۰، رفقاء درس قرآنِ مجید۔س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ حکیم عبدالرحمٰن خلیق

خ ۶۵ر رفع الیدین ایک عظیم سنت جسے بلا دلیل ہی ترک کردیا گیا، ص:۱۶، مولانا محمد یٰسین راہی، ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

۳۲۱۱ء۲۹۷ حکیم عبدالرحمٰن خلیق

خ ۶۵ف فاتحہ خلف الامام، ص:۳۲، طاہر وحید بٹ بادامی باغ لاہور ۱۴۰۷ھ

۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد قاسم خواجہ

خ ۸۰۳ح حی علی الصلوٰۃ، ص:۲۲۳، ادارہ احیاء السنہ گھرجاکھ گوجرانوالہ۔س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ

د۴۵ن نمازِ مترجم مع ادعیہ مسنونہ، ص:۴۹، مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور۔س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ ابوالقاسم السید محبّ اللہ شاہ راشدی

ر۲۸ت تائید عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال لاہل الارسال، ص:۱۹۴، انس بن عبدالخالق السندی کراچی۔س،ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ محبّ اللہ شاہ راشدی

ر۲۸ن نیل الامان وحصول الامال بتحقیق ان الھیئۃ المسنونۃ للقیام بعد الرکوع ہی الارسال انس عبدالخالق سندی کراچی۔

۳۲۱۱ء۲۹۷ ابومحمد بدیع الدین راشدی

ر۲۸ن نشاط العبد بجہر ربنا ولک الحمد، ص:۵۶، مکتبہ الدعوۃ السّلفیہ میمن کالونی ٹیاری سندھ ۱۹۹۷ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی

ر۵۱۴ل انوار مصابیح بجواب رکعات تراویح، ص:۳۹۸، سبحانی اکیڈمی لاہور ۱۹۷۴ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ محبّ اللہ شاہ راشدی

ر۲۸ن نیل الامانی وصول الامانی یعنی رکوع کے بعد قیام میں ہاتھوں کا چھوڑنا ہی مسنون ہے، ص:۵۹، ادارہ تحقیقات سلفیہ کراچی ۲۰۰۱ء

❀❀............❀............❀❀

دعوت وتبلیغ دین کے عظیم داعی

حضرت حافظ محمد یحییٰ (رحمہ اللہ) کی وفات حسرت آیات پر قرار دادِ تعزیت

دعوت وتبلیغ دین کے عظیم داعی ومبلغ، یادگارِ اسلاف، سادگی وانکساری کے پیکر، ادارۃ الاصلاح بنگہ بلوچاں کے امیر حضرت حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میرمحمدی رحمہ اللہ کی وفات (۲ نومبر ۲۰۰۸ء بروز اتوار) حسرت آیات پر دارالدعوۃ السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی مجلس عاملہ کے اراکین اور ہفت روزہ الاعتصام کے کارکنان نے اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔

حافظ محمد یحییٰ عزیز میرمحمدی رحمہ اللہ کا شمار جماعت کے انتھک مبلغین دین میں ہوتا تھا۔ مرحوم پاکستان کے قریہ قریہ، بستی بستی اور شہر شہر دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں تشریف لے گئے۔ بے شمار خواتین وحضرات نے ان کی تبلیغ سے متاثر ہوکر اپنے عقائد کی اصلاح کی اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کو اپنائے رکھا۔

دارالدعوۃ السّلفیہ کے ایک تعزیتی اجلاس میں مرحوم کی خدماتِ دینیہ کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا اور دعائے مغفرت وبلندیٔ درجات کی گئی۔ اللہ کریم حضرت حافظ صاحب کے لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے اور پوری جماعت اہل حدیث کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اسمائے گرامی تعزیت کنندگان

❀......شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ المدنی (سرپرست) دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور
❀......حضرت مولانا ابوبکر صدیق السّلفی (صدر)
❀......حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی (نائب صدر)
❀......پروفیسر ڈاکٹر سعید اقبال قریشی (نائب صدر)
❀......حافظ احمد شاکر، مدیر مسئول الاعتصام وسیکرٹری جنرل دارالدعوۃ السّلفیہ
❀......چوہدری نعیم صادق ایڈووکیٹ (رکن)
❀......ملک عصمت اللہ صاحب (ناظم مالیات)
❀......عمران حمید مرزا (رکن)
❀......حماد شاکر (رکن)
❀......میاں خالد شجاع (رکن)
❀......حافظ محمد عتیق (رکن)

[محمد سلیم چنیوٹی]